سنّیوں کے عقائد کا ثبوت دیو بندیوں کی کتاب ”فضائل اعمال“ سے

بات ہماری
کتاب تمہاری

از قلم
مولانا محمد یوسف رضا قادری

شائع کردہ
مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن بھیونڈی
9323270697 / 8080996625

نام کتاب : بات ہماری کتاب تمہاری
مصنف : مولانا محمد یوسف رضا قادری صاحب
سن اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۶ھ۔اپریل ۲۰۱۵ء
تعداد اشاعت : 2000 (بار چہارم: ربیع الاول ۱۴۳۷ھ۔دسمبر ۲۰۱۵ء)
کمپوزنگ : سرفراز احمد رضا عبدالغنی مومن (بھیونڈی
سلیمان بلڈنگ، امام احمد رضا روڈ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی
ناشر : مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن
سلیمان بلڈنگ، امام احمد رضا روڈ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی
صفحات: 112
قیمت: 60/روپے

فہرست

تقریظ

بقیۃ السلف عالم جلیل مصنف تصانیف کثیرہ
فضیلت الشیخ حضرت علامہ **الشاہ عبدالمبین نعمانی** صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ
(المجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی)

بات ہماری۔ کتاب تمہاری

تصنیف : مولانا قاری محمد یوسف رضا قادری

صفحات : ۸۸

ناشر : مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن، بھیونڈی، ضلع تھانہ مہاراشٹر

قیمت : ۵۰/ پچاس روپے

بات ہماری یعنی اہل سنت وجماعت کی کتاب تمہاری یعنی تبلیغی جماعت والوں کی۔ یہ کتاب تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) کے حوالوں کی روشنی میں لکھی گئی ہے، تبلیغی جماعت علماے دیوبند کی ترجمان جماعت ہے اور اس کی ساری نقل وحرکت علماے دیوبند ہی کے افکار وخیالات کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے اور جملہ دیوبندی وندوی علما کی تائید بھی اس کو حاصل ہے۔ مولانا قاری یوسف رضا قادری (بھیونڈی) نے ان کی کتاب فضائل اعمال کا جب جائزہ لیا تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ ہم اہل سنت وجماعت کے بہت سے عقائد ومعمولات اس کتاب کے مندرجات سے بھی ثابت ہیں جبکہ یہی دیوبندی لوگ انھیں عقائد و معمولات کو شرک وبدعت اور حرام وناجائز کہتے ہوئے نہیں تھکتے اور ہم سنیوں کو انھیں عقائد ومعمولات کی بنا پر مشرک وبدعتی بھی کہتے ہیں، گویا یہ کتاب جماعت دیوبند کی دورخی پالیسی اور تضاد بیانی کی منہ بولتی تصویر ہے، مولانا موصوف نے نہایت سلجھے اور سنجیدہ انداز میں انھیں تضادات کو اپنی کتاب ''بات ہماری کتاب تمہاری'' میں مکمل حوالوں کے ساتھ درج کر دیا ہے۔

خطیب اہلسنت حضرت مولانا قاری یوسف رضا قادری حفظہ اپنے اندر ایک دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں وہ امت مسلمہ میں اختلافات سے حد درجہ متفکر اور دکھی رہتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جو بھولے بھالے سنی مسلمان تبلیغی جماعت کی ظاہری دین داری اور تقدس کے پردے میں چھپی ان کی گمراہ گری اور دھوکہ دہی سے ناواقف ہیں ان کے سامنے اس جماعت کے کھوکھلے پن کو واضح کر دیں تا کہ وہ ان کے دام تزویر میں پھنس کر اپنا ایمان وعقیدہ خراب نہ کر لیں اور خاص طور سے ان لوگوں کے لیے بھی یہ کتاب منظر عام پر لائی گئی ہے جو تبلیغی جماعت کے مصنوعی تقدس کے شکار ہو چکے ہیں کہ شاید وہ غور کریں اور ان سے اپنے کو علاحدہ رکھنے کا فیصلہ کریں۔

اور عام اہلسنت کے لئے بھی یہ کتاب اس حیثیت سے بہت مفید ہے کہ جب دیابنہ ہمارے اوپر شرک وبدعت کا فتویٰ لگائیں تو ان کو فوراً ان کا آئینہ دکھا دیں کہ پہلے آپ لوگ اپنے اوپر فتویٰ لگائیں پھر ہماری طرف رخ کریں۔

ان شاءاللہ اس کتاب سے بیداری آنے کی امید ہے، ہماری سنی قوم کے وہی افراد تبلیغی جماعت کا شکار ہوتے ہیں جو بالکل بے پڑھے لکھے ہوتے ہیں یا دنیاوی تعلیم یافتہ تو ہوتے ہیں لیکن دینی معلومات سے بالکل کورے ہوتے ہیں، اہل علم کو چاہیے کہ اس کتاب کو پڑھ کر عوام الناس کو سنائیں اور اہل علم حضرات خود مطالعہ کریں اور سنجیدگی سے فیصلہ کریں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟۔ اس لیے ضرورت ہے کہ یہ کتاب اردو کے ساتھ ہندی اور انگریزی زبانوں میں بھی شائع کی جائے اس لیے کہ آج غیر اردو داں طبقہ کی تعداد زیادہ ہے اور اس کی بھی ضرورت ہے کہ اہل خیر حضرات اس کی اشاعت میں بھرپور تعاون کریں اور اس کو گھر گھر پہنچانے کی ترکیب بنائیں خاص طور سے یونیورسٹی اور کالج کے اساتذہ ومحلہ میں تقسیم کریں تا کہ ان کی غلط فہمیاں دور ہوں اور وہ حقائق سے آشنا ہوں اور باطل سے دور رہنے کی کوشش کریں۔

مصنف نے یہ کتاب لکھ کر امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ تہ بہ تہ پردوں میں چھپے عقائد ونظریات کو کھول کر سامنے رکھ دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ہم اہل حق اہل سنت وجماعت کی حقانیت غیروں کی تحریر سے بھی ثابت ہے۔

علی گڑھ وغیرہ کے بعض دانشوروں نے جب اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کا مطالعہ کیا تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ ہم لوگ جن عقائد و اعمال کو شرک و بدعت سے تعبیر کرتے تھے اور ان کو بنیاد بنا کر سنّی حضرات کو مشرک و بدعتی کہتے نہیں شرماتے تھے وہی عقائد و اعمال تو ہماری کتاب میں بھی بھرے پڑے ہیں یعنی جو الزام ہم دوسروں کو دیتے رہے وہ ہمارے ہی سر آگیا، اور انہوں نے اپنے ضمیر کی آواز اور مستند حوالوں کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا کہ دوہرے کردار والی جماعت سے اب ہمیں الگ ہو جانا چاہیے اور حقیقت پسند سنّی مذہب والوں ہی سے وابستگی اختیار کرنا چاہیے کہ یہی لوگ اہل حق ہیں اور قدیم زمانہ سے یہی چلے آرہے ہیں اور دیوبندی مذہب ایک نیا اور خود ساختہ مذہب ہے جس کے عقائد علمائے اہل سنت کے عقائد سے ٹکراتے ہوئے ہیں، کیوں کہ محفل میلاد شریف، فاتحہ و ایصال ثواب، مزارات پر حاضری، اعراس بزرگان دین کا انعقاد، علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ وغیرہ یہ سب قدیم زمانہ سے سُنّیوں میں پائے جاتے ہیں اگر یہ شرک یا بدعت ہوتے تو اتنے اکابر امت صدیوں سے ان پر کاربند نہ ہوتے۔ میرا خیال ہی نہیں یقین ہے کہ یہ کتاب جب پھیلے گی تو اس قسم کے تاثرات ہر انصاف پسند کے ہوں گے، میں سمجھتا ہوں کہ قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب -زلزلہ- کے بعد یہ کتاب بھی دھماکہ خیز ہوگی، فکروں میں انقلاب برپا کرے گی، غلط فہمیوں کے پردے چاک کرے گی اور بہت سے بھولے بھٹکے افراد کے لیے شمع راہ اور رہبر و رہنما ثابت ہوگی اور یک طرفہ مطالعہ کی بنیاد پر غلط تصورات کے تار و پود بکھیرے گی، مکر و فریب کے سہارے اہل سنت کے خلاف مکروہ پروپیگنڈوں کی دیواروں کو بھی منہدم کرے گی، اذہان کی تطہیر بھی کرے گی اور نفرت کی دیواریں بھی منہدم کرے گی۔

مصنف اہل سنت کے بہترین خطیب کی حیثیت سے تو شہرت کے مالک تھے ہی اس کتاب نے ثابت کر دیا کہ یہ ایک بہترین مصنف اور قلم کار کا بھی درجہ رکھتے ہیں کیوں کہ ان پر رئیس التحریر مناظر اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا فیضان نظر ہے۔

کتاب صاف ستھری اور دیدہ زیب چھپی ہے ٹائیٹل اور کاغذ بھی معیاری و جاذب النظر ہے اتنی عمدہ اور خوبصورت کتاب کی قیمت پچاس روپے بہت کم ہے، دین وسنیت کا درد رکھنے والے اہل ثروت حضرات کو چاہیے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ کاپیاں حاصل کر کے تقسیم کریں اور اصلاح فکر و اعتقاد کی راہ میں مصنف و ناشر کے شریک سفر ہوں اور اجر آخرت کے مستحق بنیں۔

مولیٰ عزوجل مولانا قاری محمد یوسف رضا قادری کو ایسی شاندار کتاب ترتیب دینے پر اجر عظیم سے نوازے اس کو قبولیت کا شرف دے اور اسے دینی بھائیوں کی فکری اصلاح و حفاظت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد عبد المبین نعمانی قادری
المجمع الاسلامی، ملت نگر
مبارک پور، اعظم گڑھ (۲۷۶۴۰۴)

۱۱/ذی قعدہ-۱۴۳۶ھ
۲۷/اگست ۲۰۱۵ء

تقریب

بقیۃ السلف خیر الاذکیا استاذ الاساتذہ فضیلۃ الشیخ
حضرت العلام الشاہ محمد احمد مصباحی صاحب دامت برکاتہم القدسیہ

(ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

دیوبندی مذہب تضادات کا مجموعہ ہے۔ایک طرف یہ لوگ تقویۃ الایمان کی پیروی میں کچھ ایسی باتوں کو شرک قرار دیتے ہیں جو عہد رسالت سے آج تک اہل اسلام میں متوارث طور پر رائج ہیں۔ مثلاً اللہ کی عطا سے انبیا و اولیا کے لیے اعانت و امداد، تصرف و اختیار اور غیبی علم و ادراک کی قوت ماننا، امت کا رسول کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا، اپنی مشکلات میں رسول کی مدد کا خواستگار ہونا، مقبولان بارگاہ خداوندی اور ان کے آثار و تبرکات کی تعظیم کرنا۔ ان باتوں کی وجہ سے وہ اہل سنت کو کافر و مشرک بتاتے ہوئے نہیں تھکتے اور اسے عقیدۂ توحید کی حفاظت اور دین کی عظیم خدمت تصور کرتے ہیں۔

مگر یہی عقائد و آداب جو انبیا و اولیا کے حق میں شرک بتاتے ہیں اور ان کی وجہ سے اہل سنت کو مشرک قرار دیتے ہیں خود اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں ایمان ٹھہراتے ہیں اور ایسے بے شمار واقعات اپنے اکابر کی حیات و ممات سے وابستہ دکھاتے ہیں جن میں ان کا غیبی علم و ادراک بھی عیاں ہے، خدائی تصرف و اختیار کی قوت بھی، دور دراز مقام میں رہتے ہوئے اپنے عقیدت مندوں کی غیبی و روحانی امداد بھی، مرنے کے بعد عالم برزخ سے عالم اجسام میں آنے اور حیرت انگیز تصرف کرنے کی طاقت بھی۔

یہ کیسا مذہب ہے جس میں وہی امور جو انبیا و اولیا کے حق میں ماننا شرک قرار پاتا ہے، انہی کو دیوبند کے بزرگوں کے حق میں ماننا عین اسلام قرار پاتا ہے۔ایک سنی اگر انبیا و اولیا کے لیے ان کا اعتقاد رکھے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور ایک دیوبندی اپنے بزرگوں کے حق میں ان کا اعتقاد رکھے تو وہ سچا پکّا موحّد اور مسلمان رہتا ہے۔

علامہ ارشد القادری نے اپنی کتاب ''زلزلہ'' میں دیوبندی مذہب کا یہ تضاد بڑی تفصیل سے رقم کیا ہے۔جس کا جواب دینے کی ناکام کوشش کئی افراد نے کی مگر جواب کیا ہوگا، اپنی گردن میں مزید الزامات کا ہار پہن لیا جسے علامہ ممدوح نے اپنے جواب الجواب ''زیر و زبر'' میں خوب واضح کیا ہے اور مزید واقعات و حقائق کے انبار لگا دیے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مولانا محمد یوسف رضا قادری نے مولانا زکریا کاندھلوی شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور کی کتاب فضائل اعمال (مشمولہ تبلیغی نصاب) سے ۴۳ رواقعات نقل کیے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم رحمت عالم ﷺ بعد وصال بھی اس جہان فانی کے حالات کا مشاہدہ فرماتے ہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے ہیں، اور عہد صحابہ سے لے کر اب تک کی امت مسلمہ اپنی حاجتوں میں آقائے دو عالم ﷺ سے استمداد کرتی اور مدد پاتی رہی ہے۔امت کے ائمہ، شیوخ و علما اور عوام سبھی ہر دور میں رسول انور روحی فداہ ﷺ کے غیبی علم و ادارک، روحانی تصرف و اختیار اور سرکار سے استعانت و توسل کے قائل و معتقد رہے ہیں۔

ان امور کو خلاف اسلام اور شرک ٹھہرانا شیخ نجدی محمد ابن عبد الوہاب کی کتاب التوحید اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کا پھیلایا ہوا نیا مذہب ہے جو ماضی کے اعلام امت، اولیاے ملت، ائمہ مذاہب اور حضرات صحابہ و تابعین کے اعتقاد و عمل سے صراحۃً متصادم ہے۔

شیخ نجدی نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ میرے شیوخ اور میرے شیوخ کے شیوخ چھ سو سال اوپر تک سب مشرک تھے۔مگر جب ہم شیخ نجدی سے چھ سو سال قبل کے اساطین امت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کے شرکی فتوے سے وہ بھی محفوظ نظر نہیں آتے، بلکہ خدا اور رسول بھی اس کے زد میں آتے ہیں۔

علماے دیوبند کبھی وہ عقیدہ بیان کرتے ہیں جو اہل سنت کا ہے اور عہد رسالت سے آج تک تواتر و توارث کے ساتھ چلا آ رہا ہے اور کبھی وہ عقیدہ اپناتے ہیں جو شیخ نجدی کی ایجاد ہے۔اس اعتقادی تضاد کا فائدہ یہ اٹھاتے ہیں کہ جب ممالک عرب کے اہل سنت سے ملتے ہیں اور ان سے کوئی عزت و منفعت اور منصب و جاہ ملنے کی توقع ہوتی ہے تو یہ بتاتے ہیں کہ ہم توسّل و استعانت اور تصوف و طریقت کے قائل و حامل ہیں، ہمارا مذہب وہی ہے جو اہل سنت کا ہے۔اور جب سعودی و نجدی شیوخ و حکام سے ملتے ہیں تو اپنے کو ان کا ہم عقیدہ اور کتاب التوحید و تقویۃ الایمان کا متبع ظاہر کرتے ہیں جس سے انھیں دولت و منفعت اور عزت و وجاہت بڑی فراوانی سے حاصل ہوتی ہے۔

غیر مقلدین جو اپنے کو کبھی سلفی کبھی اثری کبھی اہل حدیث کہتے ہیں دیوبندیوں کی اس دورخی پالیسی اور سعودی ریال کے استحصال سے سخت برہم ہوئے اور زلزلہ و زیر و زبر کے منظر عام پر آنے کے بعد انھوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں برملا یہ اعلان کیا کہ دیوبندی بھی بریلویوں کی طرح مشرک ہیں، یہ بھی اہل قبور کے لیے علم و اختیار اور ان سے استعانت و استمداد کے قائل ہیں۔ یہ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان سے بالکل منحرف ہیں۔غیر مقلدین نے اپنے اس دعوے کو ان حوالوں سے ثابت کیا ہے جو زلزلہ اور زیر و زبر میں مرقوم ہیں اور کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔اس لیے اب سعودیہ عربیہ میں اہل دیوبند کی وہ

پذیرائی نہ رہی جو پہلے تھی۔

شیخ نجدی نے ساری دنیا خصوصاً اہل حجاز کو مشرک ٹھہرانے کی مہم اس لیے چھیڑی تھی کہ اس بہانے ان کی جان و مال کو مباح ٹھہرائے اور ان سے قتل وقتال کر کے خطّہ عرب پر حکم رانی کا موقع ہاتھ آئے۔

پہلے یہ حربہ خوارج نے استعمال کیا تھا جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجویز پر حکم بنانا تسلیم کر لیا تو خوارج نے کہا: علی مشرک ہو گئے۔ قرآن میں ہے: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (انعام/ ۵۷) حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ علی غیر خدا کو حکم مان کر مشرک ہو گئے۔ خوارج نے ان ساری آیات کو نظر انداز کر دیا جن میں آپسی جھگڑوں کو کسی حکم اور فیصل کے ذریعہ طے کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

وہابیہ نے بھی ساری امت مسلمہ کو مشرک ٹھہرانے کے لیے ان آیات کا سہارا لیا جن میں یہ ذکر ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ کے لیے ہے۔ طاقت وقوت صرف اللہ کے لیے ہے اور ان آیات کو یکسر نظر انداز کر دیا جن میں خدا کی عطا سے بندوں کے لیے بھی علم اور قوت واختیار کا حصول مذکور ہے۔ وہ ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھ کر یہ بتاتے ہیں کہ جیسے غیر اللہ کی عبادت شرک ہے ویسے ہی غیر اللہ سے استعانت بھی شرک ہے۔ مگر یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتے کہ بیٹا باپ سے مدد لیتا ہے، باپ بیٹے سے مدد لیتا ہے، حکومت پبلک سے مدد لیتی ہے، پبلک حکام اور افسران سے مدد لیتی ہے، خصوصاً سعودی حکومت ہر لحہ و ہر آن امریکہ مہاراج سے مدد لیتی ہے۔ یہ سب کے سب غیر اللہ سے استعانت کر کے مشرک ہو گئے، روے زمین پر مسلم کوئی باقی ہی نہ رہا۔

اب اس الزام سے چھٹکارا پانے کے لیے کبھی فطری اور مافوق الفطرۃ کا فرق بتاتے ہیں، کبھی زندہ، مردہ کا فرق کرتے ہیں، کبھی اسباب ظاہری اور اسباب غیبی وروحانی کا فرق کرتے ہیں۔ لیکن قرآن میں تو یہ تفریق نہیں، ایاک نعبد کی طرح ایاک نستعین بھی کسی قید سے مقید نہیں، بیٹا باپ کی عبادت کرے، امتی، نبی کی عبادت کرے رعایا بادشاہ کی عبادت کرے، کوئی بھی کسی غیر اللہ کی عبادت کرے قطعاً یقیناً مشرک ہے۔ جب یہاں کوئی تفریق نہیں تو استعانت میں تفریق کیوں؟ تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید میں تو ایسی کوئی تفریق مذکور نہیں۔

دراصل کسی ایک یا چند آیات واحادیث کو پکڑ لینا اور دوسری ساری آیات واحادیث کو نظر انداز کر دینا، اس کا نتیجہ وہی ہو گا کہ آدمی حضرت علی جیسی عظیم المرتبت شخصیت کو بھی مشرک ٹھہرانے کی جسارت کر بیٹھے گا۔ میری کتاب ''فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد'' اسی طرح ''شرک کیا ہے؟'' میں اس عنوان پر کسی قدر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور علماے اہل سنت کی کتابوں میں تو اس طرح کے سبھی موضوعات پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔ طالبان حق ان کا مطالعہ کریں۔

یہ کافر ومشرک ٹھہرانے کا جذبہ اس قدر عام ہوا کہ خود وہابیوں میں سے ایک ایسی جماعت نکلی جس نے سعودیہ عربیہ اور ساری مسلم حکومتوں کو کافر و مشرک اور مباح الدم قرار دیا، اس لیے کہ یہ حکومتیں خدائی قانون کو چھوڑ کر یورپ وامریکہ جیسے خود ساختہ قوانین پر کاربند ہیں۔ اس فکر کو سید قطب وغیرہ، شدت پسند وہابیہ نے فروغ دیا، جس کے نتیجے میں ''داعش'' جیسی تنظیمیں وجود میں آئیں، اور در پردہ یہود نے ان کے ہم نوائی اور تقویت کا سامان کیا، آج وہ پوری دنیا کے لیے خطرہ ہیں۔

مولانا محمد یوسف رضا قادری تحسین وتبریک کے مستحق ہیں کہ مسلمانوں کو مشرک بتانے والوں کا اعتقادی وعملی تضاد انھوں نے برہنہ کر کے منظر عام پر رکھ دیا۔ مولی تعالی اہل علم وعقل کو ہدایت نصیب فرمائے۔

محمد احمد مصباحی
ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۲۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ
۷/ ستمبر ۲۰۱۵ء دوشنبہ

تقریظ

قاضئ شریعت شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج حافظ ومفتی غلام یٰسین صاحب قبلہ

(قاضئ شہر بنارس وخلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب- بات ہماری کتاب تمہاری- علامہ یوسف رضا قادری مدظلہ النورانی کی گرانقدر تصنیف ہے جو دیوبندی علما کے لیے لمحۂ فکریہ اور دیوبندی عوام کے لئے مشعل راہ ہے، وہ ہزاروں افراد جن سے توفیق الٰہی چھین نہ لی گئی ہو وہ یقیناً دیوبندیت کے جال سے نکل جائیں گے، مجھے یاد ہے علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی نے ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی کہ- دیوبندی بولتے ہیں سمجھتے نہیں- علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا- دیوبندیت تضادات کا مجموعہ ہے-مولوی زکریا کاندھلوی دیوبندی بہت معتبر و مستند پیشوا ہیں اپنی کتاب تبلیغی نصاب اور اپنے فضائل اعمال سے مشہور ہیں اس میں تینتالیس واقعہ نقل فرمایا ہے جو اہل سنت و جماعت کے اثبات میں ہے جس میں علم غیب مصطفی ﷺ، حاضر و ناظر، استعانت، حضور ﷺ کا مصیبت زدہ کی دستگیری فرمانا، ایک لمحہ میں مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ پہنچا دینا موجود ہے۔اب سوال یہ ہے کہ پھر تقویت الایمان کے مندرجات کا کیا جواب ہے جس کے بارے میں دیوبند کے مفتی رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ تقویت الایمان کا ہر گھر میں رکھنا عین ایمان ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

علامہ یوسف رضا قادری بہت ہی لاجواب مناظر اور بہت ہی لاجواب مقرر ہیں اور بہت شائستہ اور مہذب مقرر ہیں جن کی تقریر سے دیوبندیت کے ایوان باطل میں زلزلہ آجاتا ہے، مخالف سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور قابل صد مبارکباد ہمارے پیر بھائی سعید نوری ہیں جو رضا اکیڈمی سے ان کتابوں کا بہترین ایڈیشن تیار کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ان کی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فقیر غلام یٰسین نوری غفرلہ

مورخہ ۷/اگست ۲۰۱۵ء

تقریظ

خلیفہ حضور محدث کبیر دامت برکاتہم القدسیہ

حضرت علامہ مولانا مفتی حسن رضا مصباحی صاحب قبلہ

(نوری دارالافتا، کوٹر گیٹ، بھیونڈی)

۷۸۶

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت علامہ محمد یوسف رضا قادری صاحب (بھیونڈی) کا شمار مشہور ترین شخصیتوں میں ہوتا ہے جو بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں، بیک وقت رضا اکیڈمی بھیونڈی کے صدر، جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی کے رکن، نوری دارالافتا، مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن (ایم یو ایف) اور تنظیم علمائے اہلسنت کے بانی ہیں، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا رنگ تحریر اور انداز تحریر اپنے قلم میں سمیٹے ہوے ہیں، سنجیدہ لب ولہجہ والی مؤثر وشیریں تقریروں سے

بتوفیق الٰہی سینکڑوں افراد کو راہ راست پر گامزن کر چکے ہیں اپنی نجی اور عمومی مجلسوں میں سوائے دین وملت اور مفید باتوں کے تمام لایعنی باتوں سے بالکلیہ گریز کرتے ہیں انتہائی خلیق ہیں، چھوٹے اور بڑے سب کے ساتھ کشادہ قلبی اور خندہ پیشانی سے ملتے ہیں، اکابر حضرات کی محبت میں سرشار ہو کر ایسی خدمت کرتے ہیں کہ اپنی جسمانی تکلیف بھی بھول جاتے ہیں جیسا کہ اپنی کار سے ڈرائیو کرتے ہوئے حضور محدث کبیر دامت برکاتہم القدسیہ کو ناسک سے ممبئی پہنچانے میں مَیں نے محسوس کیا تھا، یہ سب توفیق الٰہی اور نصرت خداوندی کا نتیجہ ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ہر طرح کی مشقت وتکالیف سے آزادی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

''بات ہماری کتاب تمہاری'' نامی کتاب انتہائی مؤثر اور بدمذہبوں کے لیے ہدایت کا سامان ہے کہ اس کتاب میں عقائد ومعمولات اہلسنت کو دیوبندی تبلیغی جماعت کی مشہور کتاب 'فضائل اعمال' سے ثابت کیا گیا ہے تاکہ دیابنہ اور وہابیہ اپنے اوپر ماتم کریں کہ ہائے افسوس! جن باتوں سے سنّیوں کو بدعتی اور قبر پرست کہتے تھے وہ باتیں تو ہماری نصابی کتاب 'فضائل اعمال' میں موجود ہیں اب تو وہ باتیں ہمارے اوپر بھی فٹ ہو رہی ہیں۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا ؎

مگر سُنّی قارئین کرام سے گزارش ہے کہ آپ ہرگز ہرگز ''فضائل اعمال'' نہ دیکھیں اور نہ پڑھیں بلکہ صرف ان عبارتوں کو وہابیوں کے سامنے پیش کریں جو کتاب مذکورہ 'بات ہماری کتاب تمہاری' میں موجود ہیں، کیونکہ عام آدمیوں کو بدمذہبوں کی کتابیں پڑھنا حرام ہے سوائے ان خاص افراد کے لیے جو حق وباطل میں فرق کرنے کی لیاقت رکھتے ہیں۔ خدائے پاک حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، مزید سے مزید تر خدمات دینیہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اخیر میں تمام ذمہ داران سُنّی جامع مسجد کوٹر گیٹ واراکین نوری دارالافتا اور تمام احباب اہلسنّت کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ میری حیثیت سے زیادہ آپ نے میری قدر کی ہے جس کا صلہ ربِّ قدیر آخرت میں عظیم تر عطا فرمائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فقط طالب دعا

محمد حسن رضا مصباحی

نوری دارالافتا، بھیونڈی

۲۵/ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ

تقریظ

از قلم: عالم جلیل عالم ربانی نازش علم وعلماء

حضرت علامہ **مولانا محمد افروز قادری** چریاکوٹی صاحب قبلہ

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

جواں سال وباکمال عالم ربانی نازش علم وعلماء حضرت علامہ مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی صاحب قبلہ اہلسنت وجماعت کے ایک بہت ہی باصلاحیت عالم دین ہیں۔ افریقہ کی عظیم دلاص یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں اور فقیہ ابواللیث سمرقندی کی کتاب ''بستان العارفین'' کے مترجم ہیں۔ جب یہ کتاب (بات ہماری کتاب تمہاری) مولانا موصوف کی نظروں سے گذری تو اس کتاب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار مولانا موصوف نے ان لفظوں میں کیا۔

’بات ہماری۔۔۔‘ پر ہماری باتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لأهله والصلوٰة علی أهلها، و بعد!

اس وقت ہندوستان کے چوٹی کے اِسلامک اسٹیجیز پر ہمیں چند خوبصورت، علم دوست اور اخلاص پیشہ نوجوان بکثرت دکھائی دے رہے ہیں جو بہت شوق و رغبت سے بلائے جاتے ہیں اور گوشِ توجہ و ہوش سے سماعت کیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل بڑی ذمہ داری سے اِحقاقِ حق کا فریضہ انجام دیتے ہوئے باطل نظریات کی بیخ کنی میں اپنا مخلصانہ و سرفروشانہ کردار اَدا کررہے ہیں، نیز اہل سنت کے افکار و معمولات کو عصر حاضر کے جملہ تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے بڑے ہی نپے تلے سائنٹفک لب و لہجے میں عوام تک پہنچانے کی سعی مشکور فرما رہے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام ابھی سنجیدہ گفتگو سننے سے بانجھ نہیں ہوئے ہیں، بدقسمتی سے چند بازاری خطبا و مقررین نے اہل سنت کے شفاف اسٹیج کا ماحول پراگندہ و خراب کرکے عوام کو ناکارہ و بے باک بنادیا ہے؛ ورنہ سچی بات یہ ہے کہ حسن خطابت کے لیے آج بھی ذوقِ سماعت موجود ہے، اور پُرخلوص صوت و صدا کے لیے کانوں کے در کھلے ہوئے ہیں۔

ایسے ہی ابھرتے ہوئے چیدہ نوجوانوں میں ایک معروف و معتبر نام مولانا یوسف رضا قادری بھیونڈی کا بھی ہے۔ مولانا کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا دونوں پر اپنی گرفت بہت مضبوط کرلی ہے، اور ان وسائل کو بڑی خوبصورتی سے اَفکار و عقائد اہل سنت کے فروغ کے لیے بڑی فیاضی سے اِستعمال کررہے ہیں۔ اسی لیے جہاں اُن کے ولولہ انگیز و اِنقلاب آفریں خطبات و بیانات کی سی ڈیز اور ویڈیوز جابجا دستیاب ہیں، وہیں مختلف انوکھے عناوین اور سلگتے ہوئے موضوعات پر ان کی تصنیف کردہ کتب کا ایک خوبصورت سلسلہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قلم کا اِعزاز بڑا اِعزاز ہوتا ہے۔ یہ تخلیق اوّل بھی ہے، اور معراجِ اِنسانیت و شرفِ آدمیت بھی۔ خیر سے حبیب مکرم مؤلف کتاب ہٰذا مولانا محمد یوسف رضا قادری -مدظلہ- کو زبان و بیان کی جادوئی تاثیرات کے ساتھ قلم کی ساحریت سے بھی حصہ وافر اَرزانی ہوا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ یہ اِعزاز جو سراسر کرشمہ فضل الٰہی اور عنایت رسالت پناہی ہے، اُسے مایۂ تبرک بناکر محض اپنی ذات تک محدود رکھیں، بلکہ اُسے انھوں نے خدمت دین کے لیے وقف کررکھا ہے، جو بجائے خود ایک اِعزاز ہے۔

ہم ایک ایسے دور میں سانس لے رہے ہیں جس میں فتنے ’حشرات الارض‘ کی طرح جنم لے رہے ہیں۔ ابھی ایک فتنے کی ٹھیک طور سے بیخ کنی بھی نہیں ہوپاتی کہ دوسرا سر اُٹھالیتا ہے۔ بدقسمتی سے عصر حاضر میں کچھ ایسے مکتب ہاے فکر پائے جاتے ہیں جو موسم و ماحول کو دیکھتے ہوئے گاہے بگاہے کچھ نہ کچھ شگوفے کھلاتے ہی رہتے ہیں، اُن شگوفوں میں توسل و اِستغاثہ، سماعِ موتی، زیارتِ قبور، ایصالِ ثواب، آثار و تبرکات، نذر و نیاز، اور کراماتِ اولیا وغیرہ کے انکار کو سرفہرست پیش کیا جاسکتا ہے؛ حالانکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ صدیوں کے تواتر سے اُمت مسلمہ یہ سارے اَعمال و معمولات بلانکیر کرتی چلی آرہی ہے۔

خطیب عصر مولانا محمد یوسف رضا قادری - زیدت معالیہ - نے دراصل انھیں کوربختوں کو آئینہ دکھانے اور اُن کی خانہ ساز شریعت کا پردہ چاک کرنے کی غرض سے قلم اُٹھایا ہے، اور دلائل و شواہد کی بھرپور قوت، اور علم و تحقیق کی جملہ توانائیوں کو صرف کرکے یہ کتاب سلک ترتیب میں پروئی ہے۔ مولانا کی کتابیں ’بقامت کہتر و بہ قیمت بہتر‘ اور ’خیر الکلام ماقل ودل‘ کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں اس برق رفتار دور میں دراصل ایسی ہی مختصر و جامع کتابوں کی ضرورت ہے؛ تاکہ کم وقت میں زیادہ اِستفادہ ممکن ہوسکے۔ ان کی چھوٹے حجم کی کتابیں اپنے اندر معلومات و مواد کا ایک قلزمِ خاموش رکھتی ہیں، اسی لیے ان کا قاری دورانِ مطالعہ خود کو کیف و سرشاری میں نہایا ہوا پاتا ہے۔ لیکن مولانا کی کتابوں میں پیش نظر کتاب ’بات ہماری کتاب تمہاری‘ کی بات ہی کچھ اور ہے۔ اور اس کو دیکھ کر بلا مبالغہ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تابندہ یادیں تازہ ہوگئیں، اور ان کی بےلوث خدمات کی کرنیں دل و دماغ کے اُفق پر چھاگئی ہیں۔

اس کتاب میں کیا کچھ پوشیدہ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا؛ لیکن میں آپ کو بتادوں کہ اگر اس انداز سے کام کرنے کی روش ہمارے اندر پیدا ہوگئی اور ہمارے اَربابِ قلم اس محاذ پر اخلاص کے ساتھ ڈٹ گئے تو وہ دن دور نہیں جب ہمارے اوپر لگائے گئے اِلزامات کی دھجیاں ایک ایک کرکے آپ بکھر جائیں گی اور معاندین پر ہماری طرف سے قائم کردہ اِیرادات مستزاد ہوں گے، جن کا جواب ان سے شاید صبح قیامت تک نہ بن سکے گا۔

ہدایت بے شک توفیق باری ہے۔ اگر دل، قبولِ ہدایت کی کچھ بھی صلاحیت رکھتے ہوں تو اس تحریر میں اُن کے لیے ہدایتوں کی بہت سی آیات مضمر ہیں؛ ورنہ مہر کردہ دلوں کے لیے تو قرآن کی آیاتِ بینات اور معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ہدایت نشان بھی ناکافی ہے۔ کسی عکاسِ فطرت نے کیا خوب بات کہی ہے ؎

دل نہ چاہے تو رسالت کا بھی فرمان غلط

دل کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا موصوف کی تحریری وتقریری خدمات کو اپنے کریمانہ قبول سے سرفراز فرمائے اور معتقدات ومعمولاتِ اہل سنت کو مزید اُجاگر کرنے اور باطل افکار ونظریات کو بیخ وبن سے اُکھاڑ پھینکنے کی توفیق ان کے اور ہمارے رفیق حال فرمادے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

۲۶ر صفر ۱۴۳۷ء۔ مطابق ۹ر دسمبر 2015ء

تقریظ

انجینئر سید مصطفیٰ قادری برکاتی

(کل ہند انجمن اصلاح معاشرہ اہل سنت وجماعت علی گڑھ)

انجینئر سید مصطفیٰ قادری صاحب کل ہند انجمن اصلاح معاشرہ (علی گڑھ) کے بانی ہیں اور علی گڑھ کی سرزمین پر دین وسنیت کا عظیم کام کر رہے ہیں۔ موصوف نے کرم فرماتے ہیں اس کتاب پر اپنا تبصرہ یوں فرمایا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محب گرامی مولانا محمد یوسف رضا صاحب

سلام مسنون

امید ہے بخیر ہوں گے

بعدہ!

آپ کے اس حسن کریمہ پر تہہ دل سے خراج تحسین کہ آپ نے عقائد و معلومات اہل سنت کو دیوبندی مذہب کی اس کتاب سے ثابت کیا ہے جس کا مذکورہ فرقے کی بیشتر مسجدوں میں پابندی سے درس ہوتا ہے۔

آپ کی عنایتوں کا شکریہ کہ آپ نے اپنی کتاب" بات ہماری کتاب تمہاری" کی 300 کاپیاں علی گڑھ میں ہماری تنظیم "کل ہند انجمن اصلاح معاشرہ" کو ارسال کیا، اردو زبان میں لکھی گئی یہ کتاب جہاں جہاں اور جس جس کے پاس بھی پہنچی اسے متاثر کیے بغیر نہ رہی یقین جانیے علامہ ارشد صاحب قبلہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ جماعتیوں کی نصف صدی پر محیط ہر ممکن کوشش یہ رہی کہ کسی طرح سے بھولے بھالے مسلمانوں کو اہل سنت و جماعت سے الگ کیا جائے، وہ عقائد و معمولات جن پر صدیوں سے خوش عقیدہ مسلمان کاربند تھے انھیں بدعت و خرافات کہہ کر، شرک، کفر بتا کر اور توحید کے خلاف بتا کر مخالف اسلام بتایا گیا اور جب خاطر خواہ گروپ تیار ہو گیا تو انھیں ٹولیوں میں تقسیم کر کے مثل خانہ بدوشوں کے قصبہ و دیہاتوں میں پھیلا دیا گیا حد تو تب ہوئی کہ جب کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ہونہار طلبہ کو تبلیغ دین کا جھانسا دے کر درسگاہوں سے دور اور ایام تعطیل میں ماں باپ کی زیارت سے محروم کر دیا گیا جس کے نتیجے میں درسگاہی صلاحیتوں اور گھریلو رشتوں میں زبردست گراوٹ آئی اور امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے والے فیل تو والدین کے فرمانبردار نا فرمان ہونے لگے۔

اتنی کٹھن محنت، صرف اہل سنت ول جماعت کو بدعتی اور قرآن و حدیث سے مخرف بتانے کے لئے کی گئی مگر حدیث پاک "ان اللہ ینصر ھذالدین بالرجل الفاجر" یعنی اللہ اس دین کی فاجر شخص سے بھی مدد کروائے گا بالکل سچ ثابت ہوئی اور تکفیری فرقے کے ہی ایک معتبر عالم نے فضائل اعمال کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں بہت سے اعمال تو ہم اہل سنت کے تھے اور فضائل دیوبندی اور جماعتی لوٹ رہے تھے۔

اللہ کی توفیق آپ کے ساتھ رہی کہ آپ نے بغیر کسی ردو بدل کے پوری دیانتداری کے ساتھ ان باتوں کو الگ کر لیا جو اہل سنت و جماعت کی تھیں اور ان پر مخالف جماعت یعنی دیوبندیوں کے سخت اعتراضات تھے۔ مگر انھوں نے اپنی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب میں انھیں حق بتا کر درج کر لیا۔

(مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری) اور اس طریقے سے اہل دیوبند کی دورخی پالیسی بے نقاب ہوئی اور علی گڑھ کی عوام میں خصوصاً کھلے عام اور علماء میں عموماً در پردہ کھلبلی مچ گئی مگر آخر کرتے کیا یہ درد تو بے درماں تھا لہٰذا خاموشی ہی کو غنیمت سمجھا گیا اور چھوٹے بڑے سارے لوگوں نے ایک دم چپی سادھ لی اور اس طرح سے قادر مطلق نے آپ کے قلم کے ذریعہ علی گڑھ میں سنیت کو سچ ثابت کر دکھایا اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

سید مصطفیٰ علی قادری

کل ہند انجمن اصلاح معاشرہ

اہل سنت و جماعت علی گڑھ (یوپی) الھند۔

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

چودہ صدیوں سے اہل سنّت و جماعت علمِ غیبِ مصطفیٰ، شفاعتِ مصطفیٰ، اختیاراتِ مصطفیٰ، توسل، استعانت، حاضر و ناظر، حیات النبی کے قائل ہیں، مگر ۱۸۵۷ء کے بعد جب دیوبندی اور غیر مقلد فرقہ وجود میں آیا تو ان عقائد کا انکار شروع ہو گیا، ان پر بحث و مناظرے کا بازار گرم ہوا، تردید میں کتابیں لکھی جانے لگیں اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ ماضی میں اسلاف کے جو متفقہ عقائد تھے وہ اختلافی بن گئے اور انھیں شرک تک قرار دیا گیا۔

جہاں تک دیوبندی فرقے کی بات ہے تو اس کا حال یہ ہے کہ وہ شدید تضادات کا شکار ہے۔ ان عقائد کے بارے میں کہیں اثبات کہیں نفی۔ مفکر اسلام رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے چار دہائی قبل زلزلہ نامی کتاب لکھی تھی جس میں یہ ثابت کیا تھا کہ علماے دیوبند انبیا و اولیا کے لیے علم غیب، حاضر و ناظر، استعانت وغیرہ کو شرک قرار دیتے ہیں مگر اپنے گھر کے بزرگوں (رشید گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، یعقوب نانوتوی وغیرہم) کے لیے وہ ان ہی عقائد کے قائل ہیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے بے شمار واقعات دیوبندی لٹریچر سے پیش کیے تھے جس کا آج تک علماے دیوبند سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ بلکہ جواب دینے کی کوشش میں وہ اپنے لیے اور نئے نئے پھندے تیار کرتے چلے گئے اور ان عقائد کو ثابت کرنے والے دلائل کے قائل ہوتے چلے گئے۔ اس حقیقت کا اندازہ زلزلہ کے جواب میں لکھی جانے والی کتابوں کے مطالعے سے کیا جا سکتا ہے۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اسی بنیاد پر ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ ''دیوبندیت تضادات کا مجموعہ ہے۔''

اب علماے دیوبند اپنے گھر کی ایک اور کتاب کی بنیاد پر عقیدے کے تضاد کا الزام قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اگر وہ اس سے کسی کرب کا شکار ہو جائیں تو مجھ پر ناراض نہ ہوں یہ مصیبت بھی اُن کے لیے اُن کے گھر کے ہی ایک فرد نے کھڑی کر دی ہے۔ جن عقائد کو علماے دیوبند شرک قرار دے چکے ہیں وہی عقائد اب میں اُن کے گھر کی انتہائی معتبر اور مستند کتاب تبلیغی نصاب یعنی 'فضائل اعمال' سے ثابت کر رہا ہوں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے عقائد قرآن سے، احادیث سے، علماے امت کی کتابوں سے ثابت ہیں مگر پھر بھی آپ لوگ انھیں تسلیم نہیں کرتے، اب یہی عقائد میں خود تمہارے گھر کی مستند کتاب سے ثابت کر رہا ہوں اب تو مان لو، اب تو حق کو تسلیم کر لو۔

مگر مجھے علماے دیوبند سے قبولِ حق کی اُمید کم ہے۔ میری یہ قلمی کاوش دراصل اُن لاکھوں افراد کے لیے ہے جو ماضی میں اِن عقائد کے قائل تھے پھر علماے دیوبند کے فتووں سے متاثر ہو کر انھیں شرک و بدعت سمجھنے لگے اور آج وہ تبلیغی جماعت کے ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانا اپنا سب سے بڑا فریضہ سمجھتے ہیں۔ مگر اب اُنھیں واضح طور پر یہ محسوس ہوگا کہ ماضی میں وہ جن عقائد کے قائل تھے فضائلِ اعمال میں بھی تو وہی عقائد بیان کیے گئے ہیں، فضائل

اعمال کے صفحات بھی تو اُنھیں عقائد کی تصدیق کر رہے ہیں۔ پھر اب اِن عقائد کے مخالفین کے گروہ میں رہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد مجھے اُمید ہے کہ بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے گا اور فضائل اعمال کی یہ روایتیں دوبارہ اُنھیں ماضی کے عقائد کی حقانیت وصحت کا یقین دلائیں گے۔

جھوٹ کی بنیاد پر عوام کو بے وقوف بنانے کا حربہ بھی اب کارگر ثابت نہ ہوگا اس لیے کہ اب جس کتاب کا حوالہ دیا جا رہا ہے وہ ہر دیوبندی کی بغل میں اور ہر دیوبندی مسجد کے منبر پر موجود ہے۔ حوالوں کی تصدیق کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہوگی ہر فرد فضائلِ اعمال کھولے گا اور اپنے نبی کی اُن عظمتوں کا قائل ہوتا چلا جائے گا جس کا وہ ماضی میں قائل تھا۔

فضائل اعمال دیوبندی حلقے میں انتہائی معتبر ومستند سمجھی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ آدھی صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہر دیوبندی اس کتاب کو قرآن سے زیادہ پڑھ رہا ہے اور کتاب کے مصنّف مولانا زکریا کاندھلوی بھی دیوبندی حلقے میں شیخ الحدیث اور معتبر سمجھے جاتے ہیں اور جب کبھی اس کتاب پر کہیں سے اعتراض کیا جاتا ہے تو دفاع میں دیوبند کے علما سامنے آ جاتے ہیں۔

جو لوگ مسلک اہل سُنّت چھوڑ کر تبلیغی جماعت کے ذریعے دیوبندی مسلک اختیار کر چکے ہیں میں اُن سے گزارش کروں گا کہ وہ بصیرت کی نگاہوں سے فضائل اعمال کے واقعات کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ واقعات قائل کی کتاب میں نہیں بلکہ منکر کی کتاب میں نقل کیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ مولانا زکریا دیوبندی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ علمِ غیبِ مصطفیٰ، اختیاراتِ مصطفیٰ، استعانت، حاضر وناظر جیسے عقائد کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان عقائد کو شرک وبدعت سمجھتے ہیں، پھر بھی انھوں نے ان سارے واقعات کو بیان کر کے اُردو کی اُس مثل کی تصدیق کر دی کہ 'جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے'۔ اس کتاب میں فضائل اعمال کے حوالے سے آپ دیکھیں گے کہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مصیبت میں مدد فرمائی، کہیں کسی کو ایک آنِ واحد میں مدینے سے مکّہ پہنچا دیا، کسی بھوکے مہمان کی میزبانی فرمائی تو کسی کو دینار و درہم عطا فرمائے، کسی کے سلام کا جواب عطا فرمایا تو کسی کو مصافحے کی سعادت سے نوازا۔ اس طرح اِن تمام واقعات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غیب داں بھی ہیں اور مشکل کشا بھی ہیں اور آج بھی قبر انور سے تصرّفات فرماتے ہیں۔ مولوی زکریا کا بیان کیا ہوا ایک ایک واقعہ اہل سُنّت کے عقائد کی بھرپور تائید کرتا ہوا نظر آئے گا۔

کتاب کے اوراق اُلٹیے اور عظمتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُجاگر کرنے والے دلائل کا مطالعہ فرمائیے۔

فقیر محمد یوسف رضا قادری

۱۱؍جُمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ۔ مطابق ۲؍اپریل ۲۰۱۵ء

(پہلا واقعہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مصیبت زدہ کی دستگیری فرماتے ہیں

مولانا زکریا کاندھلوی صاحب فضائل اعمال کے بابِ درود میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کثرت سے درود پڑھے اگر اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو اس کے ازالے کے لیے آج بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کی مدد کو پہنچتے ہیں۔ چنانچہ نقل فرماتے ہیں:

”روض الفائق میں اسی نوع کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے۔ وہ حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پر درود ہی پڑھتا ہے اور کوئی چیز تسبیح تہلیل وغیرہ نہیں پڑھتا میں نے اس سے پوچھا اس کی کیا وجہ اس نے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا کہ میں سفیان ثوریؒ ہوں اس نے کہا کہ اگر تو اپنے زمانہ کا یکتا نہ ہوتا تو میں نہ بتاتا اور اپنا راز نہ کھولتا۔ پھر اس نے کہا کہ میں اور میرے والد حج کو جا رہے تھے ایک جگہ پہنچ کر میرا باپ بیمار ہو گیا میں علاج کا اہتمام کرتا رہا کہ ایک دم ان کا انتقال ہو گیا اور منہ کالا ہو گیا میں دیکھ کر بہت ہی رنجیدہ ہوا اور انا للہ پڑھی اور کپڑے سے ان کا منہ ڈھک دیا اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب جن سے زیادہ

حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ صاف ستھر الباس کسی کا نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ بہترین خوشبو میں نے کہیں نہیں دیکھی، تیزی سے قدم بڑھائے چلے آرہے ہیں۔ انھوں نے میرے باپ کے منہ پر سے کپڑا ہٹایا اور اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کا چہرہ سفید ہو گیا وہ واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ پر مسافرت میں احسان فرمایا۔ وہ کہنے لگے کہ تو مجھے نہیں پہچانتا میں محمد بن عبداللہ صاحب قرآن ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تیرا باپ بڑا گناہگار تھا۔ لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا تھا جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو میں اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود شریف، ج: اول، ص: 106)

سبحان اللہ دیکھا آپ نے! محبوبِ ربِّ علیٰ دافع البلا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کثرت سے درود پڑھنے والے اپنے اُمّتی کی مصیبت میں کس طرح دستگیری فرماتے ہیں اور مولانا زکریا نے یہ حقیقت بھی بیان فرمائی کہ حضور نے فرمایا میں ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُمّت کی مشکل کشائی کی پوری پوری طاقت عطا فرمائی ہے اور یہ کہ امدادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مستحق بننے کے لیے صرف ایک ہی شرط ہے کثرتِ درود۔

یہاں کسی کو یہ شبہہ نہ ہو کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دستگیری عالم خواب میں فرمائی حقیقت میں مصیبت زدہ کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میّت کی حقیقت میں مدد فرمائی، اسی لیے اُس کا چہرہ منور ہو گیا۔ ہاں! اس دستگیری کی اطلاع میّت کے بیٹے کو خواب میں دی۔

فریادِ اُمّتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

(مجدد اسلام امام احمد رضاؔ)

(دوسرا واقعہ)

حضرت عثمان غنی کی مدد کے لیے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ گری

کہا جاتا ہے کہ شہادت سے پہلے امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلوائیوں نے محاصرہ کر لیا تھا اور اُن کے گھر میں نہ اناج جانے دیتے تھے نہ پانی، کئی روز تک حضرت عثمان غنی اسی کسمپرسی کے عالم میں رہے۔ اپنے چہیتے کی یہ حالت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دیکھی نہ گئی اور اُن کی امداد کے لیے وہ کس طرح سے حضرت عثمان کے گھر آئے یہ مولانا زکریا کی زبانی سُنیے، لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے حضرت عثمانؓ کو محصور کر رکھا تھا، میں ان کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوا تو فرمانے لگے بھائی بہت اچھا کیا آئے۔ میں نے اس کھڑکی میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، حضورؐ نے ارشاد فرمایا عثمان تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے میں عرض کیا جی کر رکھا ہے، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تمہیں پیاسا کر رکھا ہے (کہ ان لوگوں نے پانی اندر جانا بند کر دیا تھا) میں نے عرض کیا جی ہاں! اس پر حضورؐ نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی جائے اور تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس ہی آکر افطار کر لینا۔ میں نے عرض کر دیا کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضری ہی چاہتا ہوں، اسی دن شہید کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔'' (حاوی)

(فضائل اعمال، باب: فضائل حج، ج: دوم، ص: 168، واقعہ نمبر: 17)

واضح رہے کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں بلکہ عین بیداری کا ہے حضرت عثمان غنی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس کھڑکی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور پھر نبی اکرم ﷺ سے جو گفتگو ہوئی اسے بھی بیان فرمایا۔اس سے چند باتیں ثابت ہوئیں:

- نبی اکرم ﷺ کو ظاہری حیات کیا بعد وصال بھی علمِ غیب حاصل ہے جبھی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عثمان غنی کی حالتِ زار کا علم قبرانور میں ہو گیا، کیا اب بھی یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے رحمتِ عالم ﷺ کو کائنات میں تصرف کی طاقت عطا فرمائی ہے اسی لیے تو حضرت عثمان کی مدد کے لیے ان کے کاشانہ پر تشریف لائے اور ڈول لٹکا کر انھیں پانی عطا فرمایا، اس لیے کہ گھر میں پانی نہ تھا۔
- نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ تم چاہو تو اُن کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور تمہارا دل چاہے تو ہمارے ہی پاس آ کر افطار کر لینا۔ یہ دو آپشن (option) سرکار نے حضرت عثمان کے سامنے پیش کیے تو حضرت عثمان نے شہادت کو ترجیح دی اور اسی دن روزے کی حالت میں شہید ہو کر افطار کے لیے بارگاہِ رسالت میں پہنچ گئے۔ اگر حضرت عثمان بلوائیوں کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ سے مدد طلب فرماتے تو شہادتِ عثمان کی وہ دردناک تاریخ مرتب نہ ہوتی جو ہوئی، پھر تو رحمت عالم ﷺ اپنے روحانی اختیارات سے نقشہ ہی بدل کر رکھ دیتے۔ اسی لیے تو فرمایا تھا کہ تم اگر چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے۔
- رحمت عالم ﷺ جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ اگر یہ قوت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا نہیں فرمائی ہے تو بتایا جائے کہ حضرت عثمان کے گھر وہ کیسے تشریف لائے؟
- جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اگر اختیار حاصل ہوتا تو وہ میدانِ کربلا میں اپنے نواسے کی مدد ضرور کرتے۔ اُنھیں اب فضائلِ اعمال کی اس روایت سے اپنے عقیدے کی اصلاح کر لینی چاہیے۔ جب حضور ﷺ واقعہ کربلا سے بہت پہلے حضرت عثمان کی مدد کے لیے بنفس نفیس آ سکتے ہیں مدد کی پیش کش کر سکتے ہیں تو اپنے نواسے امام حُسین کی مدد کیوں نہیں کر سکتے؟ اس واقعے کی روشنی میں میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ امام حُسین کی مدد کے لیے ضرور کربلا بھی پہنچے ہوں گے مگر حضرت عثمان کی طرح امام حُسین نے بھی یزیدیوں کے مقابلے میں مدد حاصل کرنے کے بجائے شہادت کو ترجیح دی ہو گی۔ اسی لیے میدانِ کربلا میں اِمدادِ مصطفیٰ کا کوئی مظاہرہ دنیا نہ دیکھ سکی۔

(تیسرا واقعہ)

مصیبت زدہ کی دستگیری کا عجیب واقعہ

مولانا زکریا نے فضائل درود کے باب میں حافظ ابونعیم کے حوالے سے حضرت سفیان ثوری کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو اُنھوں نے دیکھا کہ وہ ہر قدم اُٹھاتے اور رکھتے وقت درود ہی پڑھتا ہے ملاقات وتعارف کے بعد جب حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے اُس سے اُس کی وجہ دریافت کی تو اُس نے جو آپ بیتی سُنائی وہ ملاحظہ فرمایئے۔ مولانا زکریا لکھتے ہیں:

> ’’میں نے پوچھا یہ تیرا درود کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا، میری ماں وہیں رہ گئی (یعنی مرگئی) اس کا منہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا، جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے اس سے، میں نے اللہ جلّ شانہٗ کی طرف دعاء کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا۔ اور پیٹ پر پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپؐ نے دور کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیّت کیجیے تو حضوؐر نے فرمایا کہ جب

کوئی قدم رکھا کرے یا اُٹھایا کرے تو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّد پڑھا کرے۔'' (نزہۃ)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درودشریف، ج: اول، ص:108)

یہ واقعہ بھی بیداری کا ہے حجازِ مقدس کی طرف سے ابر کا ٹکڑا آیا اور جو ذاتِ گرامی مدد کے لیے ظاہر ہوئی اُنہی کے بارے میں امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا اُن کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر

کسی اُمّتی کی مصیبت رحمت عالم ﷺ سے دیکھی نہیں جاتی مسافرت کے عالم میں اُس خاتون پر جو مصیبت نازل ہوئی اِس پر مکینِ گنبدِ خضرا ﷺ قبرانور سے نکل کر مشکل کشائی کے لیے پہنچ گئے اور انداز بھی کتنا پُرشکوہ تھا کہ ابر کے ٹکڑے میں جائے واقعہ پر پہنچے اور پھر اپنے آپ کو ظاہر فرمایا۔ مشکل کشائی کے بعد جب اُس خاتون کے بیٹے نے جاننا چاہا کہ آپ کون ہیں تو اپنا تعارف بھی کرادیا تا کہ دنیا جان لے کہ اس طرح کی مصیبت میں مدد کے لیے آنے والی ذات کون ہوتی ہے اور پھر اُس شخص نے وصیّت کی التجا کی تو کثرتِ درود کی تلقین فرمائی۔

فضائل اعمال کے اِس واقعے سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو علم غیب ہے جبھی تو آپ کو قبرانور میں مصیبت زدہ خاتون کی مصیبت کا علم ہو گیا اور میّت کہاں پڑی ہے اُس کا بھی علم ہو گیا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ کائنات میں تصرف کرنے اور کسی کی مدد کرنے کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ بھی اس عقیدے کے قائل تھے ورنہ اُس نوجوان کے منہ سے واقعے کی تفصیل سن کر حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرمادیتے کہ تم غلط کہتے ہو، تم بریلوی ہو گئے ہو سرکار کو کیا خبر کہ تمہارے ساتھ حالتِ سفر میں کیا ہو رہا ہے اور اللہ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا اور نبی اکرم ﷺ تو معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ مگر حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے اُس نوجوان سے مصیبت میں دستگیری کے اس واقعے کو سُن کر جو خاموشی اختیار فرمائی وہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ کا عقیدہ وہی تھا جو آج ہمارا ہے۔

(چوتھا واقعہ)

امام طبرانی کے لیے کھانے کا انتظام ہو گیا

تیسری صدی ہجری کے عظیم محدث امام ابوالقاسم طبرانی علیہ الرحمہ اور ان کے دو ساتھیوں کا واقعہ مولانا زکریا یوں نقل فرماتے ہیں:

''ابوبکر بن المقری کہتے ہیں کہ میں اور امام طبرانیؒ اور ابوالشیخؒ مدینہ طیّبہ میں حاضر تھے کھانے کو کچھ ملا نہیں، روزہ پر روزہ رکھا جب رات ہوئی عشاء کے قریب میں قبر اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ بھوک۔ یہ عرض کر کے میں لوٹ آیا، مجھ سے ابوالقاسم (طبرانی) کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ یا تو کچھ کھانے کو آئے گا یا موت آئے گی۔ ابنُ المُنکدِر کہتے ہیں کہ میں اور ابوالشیخ تو کھڑے ہو گئے طبرانی وہیں بیٹھے کچھ سوچتے رہے کہ دفعۃً ایک علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا ہم نے کواڑ کھولے تو ان کے ساتھ دو غلام تھے، اور ان دونوں کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی زنبیل تھی جس میں بہت کچھ تھا۔ ہم تینوں نے کھایا۔ خیال تھا کہ یہ بچا ہوا یہ غلام کھائیں گے مگر وہ سب کچھ وہیں چھوڑ گئے اور وہ علوی کہنے لگے کہ تم نے حضور سے شکایت کی۔ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضورؐ نے حکم فرمایا کہ میں تمہارے پاس کچھ پہنچاؤں۔'' (وفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص:169 / 170)

اپنے دل کا ہے اُنھیں سے آرام، سونپے ہیں اپنے اُنھیں کو سب کام
لَو لگی ہے کہ اب اُس در کے غلام، چارۂ دردِ رضؔا کرتے ہیں

(مجدد اسلام امام احمد رضؔا)

سبحان اللہ دیکھا آپ نے! رحمتِ عالم ﷺ نے کس طرح سے مہمان نوازی اور دستگیری فرمائی، اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

- نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ نہ شرک ہے نہ حرام، اگر ایسا ہوتا تو امام طبرانی کے ساتھی ابوبکر بن المقری قبرانور پر جا کر یہ عرض نہ کرتے کہ ''یارسول اللہ

بھوک''۔

۞ امام طبرانی جو کہ ایک عظیم محدث ہیں استغاثہ کے قائل تھے ورنہ وہ کہہ دیتے کہ ابوبکر تم نے شرک کیا، اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنا شرک ہے، تم نے غیر اللہ کی قبر پر جا کر بھوک کی شکایت کیوں کی؟ مگر امام طبرانی نے اس طرح کا کوئی فتویٰ نہ لگایا۔

۞ امام طبرانی کو نبی اکرم ﷺ کے روحانی تصرّفات پر اس قدر یقین تھا کہ جب ان کے ساتھی ابوبکر نے یہ کہا کہ میں نے قبرِ نبوی پر عرض کر دی ہے تو انھوں نے کہا بیٹھ جاؤ اب یا تو کھانا آئے گا یا موت آئے گی۔ امام طبرانی کا یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھی نبی اکرم ﷺ سے استغاثہ کو جائز سمجھتے تھے۔

۞ تھوڑی ہی دیر میں مدینے کے علوی کا کھانا لے کر پہنچ جانا اور ان کے ساتھیوں سے یہ پوچھنا کہ کیا تم نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی تھی اور پھر یہ کہنا کہ میں سو رہا تھا اور خواب میں حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے لیے کھانا پہنچاؤں۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ کس طرح فریاد کرنے والوں کی دستگیری فرماتے ہیں اور کائنات میں آج بھی کس طرح تصرّف فرماتے ہیں۔

۞ اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تیسری صدی ہجری کے عام مسلمان علما فقہا اور محدثین بھی اُنھیں عقائد کے قائل تھے جو آج الحمد للہ ہمارے ہیں۔

بالکل اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ مولانا زکریا نے بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

(پانچواں واقعہ)

نبی اکرم ﷺ نے روٹی عطا فرمائی

''شیخ ابوالخیر اقطع ؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیّبہ حاضر ہوا اور پانچ دن ایسے گذر گئے کہ کھانے کو کچھ بھی نہ ملا۔ کوئی چیز چکھنے کی بھی نوبت نہ آئی۔ میں قبر اطہر پر حاضر ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین ؓ پر سلام عرض کر کے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ میں آج رات کو حضورؐ کا مہمان بنوں گا۔ یہ عرض کر کے وہاں سے ہٹ کر منبر شریف کے پیچھے جا کر سو گیا۔ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میں اُٹھا تو آپؐ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جب میری آنکھ کھلی تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔'' (روض، وفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم ص: 164)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ ماضی میں نبی اکرم ﷺ سے استعانت و استغاثہ کو کوئی بھی شرک و بدعت نہیں سمجھتا تھا بلکہ یہ مسلمانوں کے معمولات میں سے تھا، اسی لیے تو شیخ ابوالخیر اقطع علیہ الرحمہ نے بھی قبر انور پر حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی، اور پھر خواب میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں روٹی عطا فرمائی آدھی روٹی تو شیخ ابوالخیر نے خواب میں کھالی اور جب بیدار ہوئے تو آدھی روٹی اُن کے ہاتھ میں فی الحقیقت موجود تھی۔

(چھٹا واقعہ)

سوئے مدینہ میں بیدار ہوئے مکّہ میں!

رسول اکرم ﷺ کے اختیار کا ایک عظیم واقعہ مولانا زکریا نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک وفادار اُمّتی کو اُس کی وفاداری کے صلے میں نبی اکرم ﷺ نے سفر کی صعوبتوں سے بچا کر ایک آنِ واحد میں ہفتے بھر کی مسافت طے کرادی اور مدینے سے مکّہ پہنچا دیا۔ فضائل اعمال میں اس کی تفصیل یوں ہے:

''ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا میرے پاس ایک یمن کے رہنے والے بزرگ آئے اور فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایک ہدیہ لایا ہوں اس کے بعد انھوں نے ایک دوسرے صاحب سے جوان کے ساتھ تھے کہا کہ اپنا قصہ ان کو سناؤ۔ انھوں نے اپنا یہ قصہ سنایا کہ جب میں حج کے ارادہ سے صنعاء سے چلا تو بڑا مجمع مجھے باہر تک رخصت کرنے کے واسطے آیا اور رخصت کرتے وقت ایک شخص نے ان میں

سے مجھ سے کہہ دیا کہ جب تم مدینہ طیبہ حاضر ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمات میں میرا بھی سلام عرض کر دینا، میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور اس آدمی کا سلام عرض کرنا بھول گیا، جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہو کر پہلی منزل ذوالحُلیفہ پر پہنچا اور احرام باندھنے لگا تو مجھے اس شخص کا سلام یاد آیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے اونٹ کا بھی خیال رکھنا مجھے مدینہ طیبہ واپس جانا پڑ گیا، ایک چیز بھول آیا، ساتھیوں نے کہا کہ اب قافلہ کی روانگی کا وقت ہے تم پھر مکہ تک بھی قافلہ نہ پا سکو گے۔ میں نے کہا کہ تو میری سواری کو بھی اپنے ساتھ لیتے جانا۔ یہ کہہ کر میں مدینہ طیبہ لوٹ آیا۔ اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اس شخص کا سلام میں نے حضوؐر کی خدمت میں اور حضرات شیخینؓ کی خدمت میں پہنچایا اس وقت رات ہو چکی تھی میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی ذوالحُلیفہ کی طرف سے آتا ہوا ملا، میں نے اس سے قافلہ کا حال پوچھا اس نے کہا کہ وہ روانہ ہو چکا، میں مسجد میں لوٹ آیا اور یہ خیال ہوا کہ کوئی دوسرا قافلہ کسی وقت جاتا ہوا ملے گا تو اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔ میں رات کو سو گیا۔ اخیر شب میں مَیں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت کی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہؐ یہ شخص ہے، حضوؐر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، ابوالوفاء میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ میری کنیت تو ابوالعباس ہے حضوؐر نے فرمایا کہ تم ابوالوفاء ہو (یعنی وفادار) اس کے بعد حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مسجد حرام (یعنی مکہ مکرمہ کی مسجد) میں رکھ دیا۔ میں مکہ مکرمہ میں آٹھ دن تک مقیم رہا اس کے بعد میرے ساتھیوں کا قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 165 / 166)

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کائنات کا کوئی امر مخفی نہیں ہے وہ قبر نبوی سے سب کچھ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ کس طرح اُن کا ایک امّتی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے ذوالحلیفہ سے اپنا قافلہ چھوڑ کر واپس مدینہ آ رہا ہے تاکہ سلام کی جو امانت ان کے پاس موجود ہے اُسے وہ بارگاہِ نبوی تک پہنچا سکے۔ ایک امانت کی خاطر اُس نے جو قربانی دی اُس کے صلے میں بارگاہِ رسالت سے اُسے ابوالوفا کا عظیم خطاب دیا گیا اور پھر سفر کی تمام صعوبتوں اور کلفتوں سے بچا کر ایک آنِ واحد میں مدینے سے مکّہ پہنچا دیا۔ یہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک عظیم روحانی تصرف ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں ہاتھ پکڑ کر مکّہ پہنچایا تھا بیدار ہونے پر وہ واقعی مکّہ میں تھے اور ان کی گواہی کے مطابق اُن کا قافلہ آٹھ روز کے بعد مکہ پہنچا۔

آصف بن برخیا کا وہ واقعہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے جس میں انھوں نے پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کے تخت کو دربارِ سلیمانی میں حاضر کر دیا تھا۔ مگر میرے آقا کی عظمتوں کا حال یہ ہے کہ بعد وصال خواب میں ایک آن میں اُس شخص کو مکہ پہنچا دیا۔ ذرا تصور کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں اُس شخص کے جذبات کیا ہوں گے جسے راتوں رات ایک آنِ واحد میں مدینہ سے مکہ پہنچا دیا گیا تھا۔ کیا اُس کا عقیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں یہی رہا ہوگا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں کتنا فرق ہے اسلاف اور موجودہ دور کے نام نہاد مسلمانوں کے عقیدے میں۔

(ساتواں واقعہ)

قبر نبوی سے مالی امداد

ایک بزرگ شیخ احمد بن محمد صوفی علیہ الرحمہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس طرح سے مالی امداد فرمائی مولانا زکریا وہ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''شیخ احمد بن محمد صوفیؒ کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تیرہ ماہ تک حیران پریشان پھرتا رہا۔ میرے بدن کی کھال بھی چھِل گئی میں اسی میں مدینہ طیّبہ حاضر ہوا اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں اور حضرات شیخینؓ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ اس کے بعد میں سو گیا، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، ارشاد فرمایا احمد تم آئے۔ میں نے عرض کیا کہ جی حضور حاضر ہوا ہوں اور میں بھوکا بھی ہوں۔ آپ کا مہمان ہوں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھ کھولو میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے، حضوؐر نے ان کو دراہم سے بھر دیا۔ میری جب آنکھ

کھلی تو دونوں ہاتھ دراہم سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسی وقت روٹی اور فالودہ خریدا اور کھا کر جنگل چل دیا۔'' (وفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 170)

مجھے حیرت ہے مولانا زکریا نے یہ واقعہ کیسے بیان کر دیا، اس لیے کہ اس واقعے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفت سامنے آ رہی ہے اُسے ماننا مولانا زکریا کے مسلک میں شرک سے کم نہیں۔ یہ ایک واقعہ پورے دیوبندی مسلک پر خطِ غلط کھینچ رہا ہے۔ واقعے کی صحت کو تسلیم کر لینے کے بعد کیا دیوبند سے جاری ہونے والے شرک و بدعت کے فتووں کا جواز باقی رہ جاتا ہے۔

(آٹھواں واقعہ)

رسول اکرم نے قرض ادا کرنے کے لیے درہم عطا فرمائے

محمد بن المنکدر اپنے والد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مقروض ہو گئے تھے پھر قبرِ انور پر حاضر ہو کر عاجزی کی تو مکین گنبدِ خضرا نے کس طرح ان کی دستگیری فرمائی اُس کی تفصیل مولانا زکریا نے یوں بیان کی:

''محمد بن المنکدر رکہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی (۸۰) اشرفیاں امانت رکھیں اور یہ کہہ کر جہاد میں چلا گیا کہ اگر ضرورت پڑے تو خرچ کر لینا میں واپس آ کر لے لوں گا۔ ان کے جانے کے بعد مدینہ منورہ میں تنگی زیادہ پیش آئی۔ میرے والد نے وہ خرچ کر ڈالیں جب وہ صاحب واپس آئے تو انھوں نے اپنی رقم طلب کی، والد صاحب نے کل کا وعدہ کر لیا اور رات کو قبرِ اطہر پر حاضر ہو کر عاجزی کی، کبھی قبر شریف کے قریب دعا کرتے کبھی منبر شریف کے متصل۔ تمام رات یونہی گذر گئی۔ صبح کے قریب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر کے قریب دعا کر رہے تھے کہ اندھیرے میں ایک شخص کی آواز سُنی وہ کہہ رہے ہیں ابو محمد یہ لے لو میرے والد نے ہاتھ بڑھایا تو انھوں نے ایک تھیلی دی جس میں اسی (۸۰) اشرفیاں تھیں۔'' (وفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 169)

منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

(مجدد اسلام امام احمد رضاؔ)

وہ تو رحمۃ للعالمین ہیں اُن کے در سے کوئی مایوس نہیں لوٹتا اُن کے آستانے پر اضطراب کے عالم میں رات بھر عاجزی کرنے والے کو وہ بھلا کب مقرض کے آگے ذلیل ہونے کے لیے چھوڑ دیتے چنانچہ صبح ہوئی اور مطلوبہ رقم اُن کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ اس طرح کا ایک اور واقعہ مولانا زکریا یوں نقل فرماتے ہیں:

(نواں واقعہ)

درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا!

ابو عبداللہ بن خفیف اپنے بچے کے ساتھ انتہائی غربت کے عالم میں بھوکے پیاسے مدینہ پہنچے جب اُن کے بچے نے بار بار اپنی بھوک کی شکایت کی تو وہ مضطرب ہو گئے اور قبر شریف پر حاضر ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کی تو کونین کے داتا نے شکستہ دل باپ کی جھولی کس طرح سے بھر دی اُس کی تفصیل فضائل اعمال میں یوں بیان کی گئی ہے:

''صوفی ابو عبداللہ محمد بن ابی ذرعہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد اور ابو عبداللہ بن خفیفؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ حاضر ہوا بڑی سخت تنگی تھی، فاقہ بہت

سخت ہو گیا تھا۔ اسی حالت میں ہم مدینہ طیّبہ حاضر ہوئے۔ اور خالی پیٹ ہی رات گذاری۔ میں اس وقت تک نابالغ تھا بار بار والد کے پاس جاتا اور جا کر بھوک کی شکایت کرتا۔ میرے والد اُٹھ کر قبر شریف کے قریب حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں آج آپ کا مہمان ہوں، یہ عرض کر کے وہیں مراقبہ میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد مراقبہ سے سر اُٹھایا اور سر اُٹھانے کے بعد کبھی رونے لگتے کبھی ہنسنے لگتے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپؐ نے میرے ہاتھ میں چند درم رکھ دیئے، ہاتھ کھولا تو اس میں درم رکھے ہوئے تھے، صوفی جی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان میں اتنی برکت فرمائی کہ ہم نے شیراز لوٹنے تک اسی میں سے خرچ کیا۔‘‘

(وفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 170)

ندا، استغاثہ، مشکل کشائی اہلِ سُنّت کے تمام عقائد اس ایک واقعے سے بخوبی ثابت ہو رہے ہیں۔ فضائل اعمال میں بیان کیے گئے ان عقائد کے بعد اب تو علماے دیو بند کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ اس ایک واقعے میں مولانا زکریا نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت بیان کی ہے کیا اس کا انکار کرنے کی کسی دیو بندی میں ہمّت ہے؟

(دسواں واقعہ)

سرکار نے سیّد زادے کا وظیفہ دوبارہ جاری کروادیا

خراسان کا رہنے والا ایک سخی شخص تھا جو ہر سال حج کو جاتا پھر مدینہ منورہ حاضر ہو کر ایک سید زادے کی مدد کیا کرتا تھا، پھر کسی مخالف نے اُس سخی کو سید زادے کے بارے میں جھوٹی باتیں بیان کر کے بدظن کر دیا اور انھوں نے وہ سالانہ وظیفہ بند کر دیا۔ اس کی اطلاع قبر نبوی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح سے ہوئی اور پھر بارگاہِ رسالت سے اُس سید زادے کی دستگیری کس طرح سے فرمائی گئی پورا واقعہ مولانا زکریا کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

’’بارزیؒ نے توثیق عری الایمان میں ابو النعمان سے نقل کیا ہے کہ خراسان کے رہنے والے ایک صاحب ہر سال حج کو جایا کرتے اور جب مدینہ طیّبہ حاضر ہوتے تو سیّد طاہر علویؒ کی خدمت میں بھی نذرانہ پیش کیا کرتے۔ ایک صاحب نے جو مدینہ ہی کے رہنے والے تھے ان خراسانی سے ایک مرتبہ یہ کہا کہ تم طاہر علوی کو جو کچھ دیتے ہو وہ ضائع کرتے ہو وہ اس کو گناہوں میں خرچ کر دیتا ہے۔ خراسانی نے اس سال طاہر صاحب کو کچھ نہ دیا اور دوسرا سال بھی ایسے ہی گذر گیا کہ وہ اپنی عادت کے موافق جو کچھ لے کر آئے تھے وہ اہل مدینہ کو تقسیم کر گئے، اور طاہر صاحب کو کچھ نہ دیا۔ جب تیسرے سال وہ حج کے ارادہ سے اپنے گھر سے چلنے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی حضورؐ نے تنبیہ فرمائی کہ تو نے طاہر علوی کے بارہ میں اس کے مخالف کی بات کا یقین کر لیا اور جو تو اس کو دیا کرتا تھا وہ بند کر دیا ایسا نہ کرنا چاہیے جو وظیفہ اس کا رُکا ہوا ہے وہ دو اور آئندہ جب تک جاری رکھ سکو بند نہ کرو۔ وہ خراسانی بہت خوف زدہ نیند سے اُٹھے اور ایک تھیلی علیٰحدہ ان کے نام کی جس میں چھ سو (۶۰۰) اشرفیاں تھیں اپنے ساتھ لے لی اور جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو سب سے پہلے سید طاہر علویؒ کے مکان پر پہنچے وہاں محفل بھر رہی تھی۔ علوی صاحب نے ان خراسانی کا نام لے کر کہا کہ اگر تم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد نہ فرماتے تو تم مجھ تک نہ آتے۔ تم نے میرے بارے میں اللہ کے دشمن کی بات کا یقین کر لیا اور اپنا معمول بند کر لیا جب حضورؐ نے ملامت فرمائی اور حکم فرمایا کہ تین سال کا وظیفہ دو جب لے کر آئے ہو۔ یہ کہہ کر ہاتھ پھیلایا اور کہا لاؤ چھ سو اشرفیاں۔ یہ ساری بات سن کر خراسانی کو اور بھی دہشت ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ واقعہ تو سارا اسی طرح ہے مگر تمہیں اس سارے واقعہ کی کس طرح خبر ہوئی؟ علویؒ نے کہا کہ مجھے سارا حال معلوم ہے پہلے سال جب تم نے کچھ نہ دیا تو اس سے میری معیشت پر اثر پڑا۔ جب دوسرے سال تم آ کر چلے گئے اور مجھے تمہارے آنے اور جانے کا حال معلوم ہوا تو مجھے بہت ضیق ہوئی۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا تو رنج نہ کر میں نے فلاں خراسانی کو خواب میں تنبیہ کر دی اور اس سے کہہ دیا کہ گذشتہ کا بھی ادا کرے اور آئندہ بھی حتّی المقدور بند نہ کرے۔ میں نے اس خواب پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ جب تم سامنے آئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ تم نے خواب دیکھ لیا، یہ سُن کر خراسانی نے چھ سو اشرفیوں کی تھیلی نکالی اور ان کو دے کر ان کی دست بوسی کی اور

اپنی کوتاہی کی معافی چاہی کہ میں نے تمہارے مخالف کی بات کا یقین کرلیا۔سیّد سمہودیؒ نے اس قصّہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ طاہر علوی طاہر بن یحیٰی بن حُسین بن جعفر الحجۃ بن عبید اللہ بن زین العابدین علی بن الامام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔''
(رشفہ)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم،ص:173 / 174)

سبحان اللہ، دیکھ رہے ہیں آپ میرے آقا ﷺ کے اختیارات کا عالم! آج بھی ان کی ذات دنیاوی امور میں کس قدر اختیارات کی حامل ہے، پہلے سید زادے کو خواب میں تسلّی دی پھر امداد کرنے والے خراسانی کے خواب میں تشریف لاکر اُس کی غلط فہمی کا ازالہ فرمایا اور پھر سے وظیفہ جاری کرنے حکم دیا۔فضائل اعمال میں اس واقعے کو جگہ دینے کے بعد دیوبندیوں کو اپنے فاسد عقیدے سے توبہ کرلینی چاہیے اور اختیارات نبی کے اسی عقیدے کو اختیار کرلینا چاہیے جو چودہ صدیوں سے مسلمانوں کا ہے اور تقویۃ الایمان کے عقیدے کو چھوڑ دینا چاہیے۔

(گیارھواں واقعہ)

غرناطہ کے بیمار کے لیے قبر نبوی پہ خط بھیجا گیا

اسلاف کا رسول اکرم ﷺ سے کیسا نیاز مندانہ تعلق تھا اور حضور ﷺ کے تصرّفات پر ان کا کیسا بھروسا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ غرناطہ کے ایک بیمار کے لیے حاجیوں کے ذریعے قبر انور پر ایک خط بھیجا گیا تھا جس میں حضور ﷺ سے دعاے صحت کی التجا کی گئی تھی۔پھر کیا ہوا مولانا زکریا تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

''ابو محمد اشبیلیؒ کہتے ہیں کہ غرناطہ کا ایک شخص اس قدر بیمار ہوا کہ حد نہیں، اطباء اس کے علاج سے عاجز ہوگئے زندگی سے مایوسی ہوگئی۔وزیر ابو عبد اللہ محمد ابن ابی ضال نے ایک خط حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لکھا اس میں چند شعر بھی لکھے جو وفاء الوفا میں مذکور ہیں۔وہ خط حجاج کے قافلہ میں سے ایک شخص کو دے دیا۔اس بیماری سے صحت کی دعاء کی درخواست کی تھی، وہ قافلہ جب مدینہ پاک پہنچا اور وہ خط قبر شریف پر پڑھا گیا اسی وقت وہ بیمار اچھا ہوگیا۔جب وہ شخص جس کے ہاتھ خط گیا تھا حج سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ بیمار ایسا تھا گویا کبھی کوئی بیماری اس کو پہنچی ہی نہیں۔'' (وفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم،ص:176)

قبر نبوی پر اس خط کے پڑھنے کے بعد بیمار پر جو کرم فرمایا گیا وہ تو رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ کے معمولات میں سے ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ ماضی میں مسلمانوں کا اعتقاد کتنا مضبوط تھا کہ فریاد کے لیے اگر خود حاضر نہ ہوسکے تو خط بھیج دیا یقیناً دنیا کے لیے یہ بات حیرت ناک ہوگی۔

(بارھواں واقعہ)

فریاد کرتے ہی دستگیری ہوئی

مسجد نبوی کے موذن پر ایک شخص نے ظلم کیا اس کے بعد انھوں نے اسی وقت حضور اقدس ﷺ سے شکایت کی اسی وقت اس ظالم پر فالج کا حملہ ہوا اور تین روز کے بعد وہ دنیا سے رخصت ہوگیا فضائل اعمال میں اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

''ثابت بن احمد ابو القاسم بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک موذن کو دیکھا کہ وہ مدینہ پاک میں مسجدِ نبوی میں صبح کی اذان دے رہے تھے۔اذان میں موذن نے کہا اَلصَّلوٰۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوْمِ تو ایک خادم نے آکر ان کے تھپڑ مار دیا وہ موذن رویا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ آپؐ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ ہو رہا ہے اس خادم پر فالج گر گیا لوگ اُٹھا کر اس کو گھر لے گئے اور تین دن بعد وہ مر گیا۔'' (وفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 171)

مولانا زکریا کی بیان کردہ اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت سے آج بھی فریاد رسی کی جاتی ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ امت مسلمہ اس بات کو شرک نہیں سمجھتی کہ مظلومیت و مصیبت میں حضور ﷺ سے فریاد کی جائے ورنہ مسجد نبوی کے موذن ہرگز رحمت عالم ﷺ سے فریاد نہ کرتے۔

(تیرہواں واقعہ)

قبر انور سے سلام کا جواب

اس امت میں بے شمار ایسے خوش قسمت افراد ہیں جنہیں بارگاہ رسالت سے سلام کا جواب ملا اور مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی فضائل اعمال میں اس قسم کے تین واقعات بیان کیے گئے ہیں:

''سیّد نور الدین ایجی شریف عفیف الدینؒ کے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ تو سارے مجمع نے جو وہاں حاضر تھا سُنا کہ قبر شریف سے وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا وَلَدِی کا جواب ملا۔''

(الحاوی)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 167)

اس روایت سے ثابت ہوا کے حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور زائرین کے حال سے واقف ہیں اور سلام بھیجنے والوں کے سلام کا جواب جہری وسری طور پر عطا فرماتے ہیں۔

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ شیخ ابوبکر بن بکری کا فضائل اعمال میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

(چودہواں واقعہ)

حجرہ شریفہ سے آواز آئی

''شیخ ابونصر عبدالواحد بن عبدالملک بن محمد بن ابی سعد الصوفی الکرخیؒ فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد زیارت کے لیے حاضر ہوا، حجرۂ شریفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ ابوبکر دیار بکریؒ تشریف لائے اور مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تو میں نے حجرۂ شریفہ کے اندر سے یہ آواز سنی وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اَبَا بَکْرٍ اور اس کو سب لوگوں نے جو اس وقت حاضر تھے سُنا۔'' (الحاوی)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 167)

(پندرہواں واقعہ)

قبر انور سے جوابِ سلام کا تیسرا واقعہ

''شیخ ابراہیم بن شیبانؒ فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور قبر اطہر پر حاضر ہو کر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو حجرہ شریف کے اندر سے میں نے وعلیک السلام جواب میں سنا۔'' (قول بدیع)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 162)

سرورِ کائنات ﷺ جواب تو ہر سلام کرنے والے کو دیتے ہیں لیکن سننے کی سعادت کسی کسی کو ملا کرتی ہے۔ اس سے بھی سرکار ﷺ کا تصرف ثابت ہوتا ہے۔

(سولھواں واقعہ)

قبر انور سے مغفرت کی بشارت

مولانا زکریا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی تدفین ہوگئی تو ایک اعرابی نے قبر انور پر آ کر جو کچھ کیا اور کہا اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی تفصیل فضائل اعمال میں یوں تحریر ہے:

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہوئے تو ایک بدّو حاضر ہوئے اور قبر اطہر پر پہنچ کر گر گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ہم نے سُنا اور جو اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے آپؐ کو پہنچا تھا اور آپ نے اس کو محفوظ فرمایا تھا اس کو ہم نے محفوظ کیا اس چیز میں جو آپ پر اللہ جل شانہٗ نے نازل کی (یعنی قرآن پاک) یہ وارد ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (سورہ نساء۔ ۹)

اس کے بعد اس بدو نے کہا بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اب میں آپ کے پاس مغفرت کا طالب بن کر حاضر ہوا ہوں۔ اس پر قبر اطہر سے آواز آئی کہ بیشک تمہاری مغفرت ہوگئی۔ (حاوی)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 168)

یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے فوراً بعد پیش آیا صحابہ کی پوری جماعت موجود تھی اس اعرابی کا یہ عمل اگر کفر و شرک یا بدعت و حرام ہوتا تو صحابہ کرام یقیناً اسے برداشت نہ کرتے اور اس اعرابی کو سختی سے منع کر دیتے کہ کسی کی قبر پر جا کر اس طرح سے عرض کرنا شرک ہے مگر صحابہ نے اس پر کوئی فتویٰ نہ لگایا اور پھر قبر نبوی ﷺ سے جب آواز آئی ہوگی اور اُسے مغفرت کا مژدہ جانفزا سنایا گیا ہوگا تو یہ کیا سب کچھ دیکھنے والے صحابہ کا عقیدہ پھر بھی یہی رہا ہوگا کہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے ہیں معاذ اللہ نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں اور ان کی قبر پر جا کر سوال کرنا انسان کو قبوری شریعت کا حامل بنا دیتا ہے۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

(سترہواں واقعہ)

قبر انور سے دست مبارک کا نکلنا

مذکورہ بالا واقعات میں قبر سے سلام کے جواب کا ذکر ہے مگر سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ رفاعی سلسلے کے بانی ہیں ان کی عظمتوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ حج کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ایک مخصوص انداز میں حضور ﷺ سے مصافحہ کی التجا کی تو نبی اکرم ﷺ نے ان پر کس طرح کرم فرمایا تفصیل مولانا زکریا کی زبانی سماعت فرمائیے:

''سید احمد کبیر رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں، اُن کا قصّہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ ہجری میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے ؎

فِـ　یٖ حَالَـ　ۃِالۡبُعۡـ　لِدرُوۡحِـ　یٖ کُنۡـ　تُ اُرۡسِـ　لُهَا

تُقَبِّـ　لُ الۡاَرۡضَ عَنِّـ　یٖ وَهِـ　یٖ نَـ　أَبَتِیۡ

وَهٰـ　ذِهٖ دَوۡلَـ　ۃُ الۡاَشۡـ　بَاحِ قَـ　دۡ حَضَـ　رَتۡ

فَامۡـ　دُدۡ یَمِیۡنَـ　کَ کَـ　یۡ تَحۡظٰـ　یٖ بِهَـ　اشَـ　فَتِیۡ

ترجمہ: ''دوری کی حالت میں مَیں اپنی روح کو خدمتِ اقدس بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی، اب جسموں کی حاضری

کی باری آئی ہے اپنا دستِ مبارک عطا کیجئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں‘‘

اس پر قبر شریف سے دستِ مبارک باہر نکلا اور انھوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضورؐ کے دستِ مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطبِ ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہٗ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ (النبیان المشید)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 166 / 167)

اس واقعہ سے جہاں حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتوں کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اکابرین امت حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھی قائل تھے اور قبر نبوی سے بعد وصال جود و کرم کے بھی۔ آج لوگ اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں مگر اسلاف کے عقائد و افکار کے منکر ہیں۔

یہی روایت مولانا زکریا نے فضائل اعمال میں ایک دوسری جگہ بھی بیان کی ہے:

’’سید احمد کبیر رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابرِ صوفیہ میں سے ہیں۔ ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ ہجری میں وہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو (۲) شعر پڑھے تو دست مبارک باہر نکلا اور انھوں نے اس کو چوما۔‘‘

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود شریف، ج: اول، ص: 117 / 118)

(اٹھارہواں واقعہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علامہ جامی کو کیوں روکا

بالکل اسی نوعیت کا واقعہ ایک اور عاشق زار کا ہے جنھیں دنیا علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کہتی ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کچھ اشعار لکھے تھے اور نیت یہ تھی کہ حج کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہو کر قبر رسول پر پڑھیں گے مگر اللہ و رسول کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ مولانا زکریا پورا واقعہ فضائل اعمال میں یوں نقل کرتے ہیں:

مولانا جامی نوراللہ مرقدہٗ و اعلیٰ اللہ مراتبہٗ یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضورؐ نے فرمایا وہ آ رہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو، امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا۔

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود شریف، ج: اول، ص: 117)

یعنی بار بار قبر شریف سے خلاف عادت واقعہ صادر ہوگا تو لوگ آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ ایسے واقعات کبھی کبھی ہی صادر ہوتے ہیں، نظام قدرت کچھ ایسا ہی ہے۔ بہر حال اس سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غیب داں ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصرف کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(انیسواں واقعہ)

قبرِ انور سے صبر کی نصیحت اور دادرسی

وتواصوابالحق وتواصوبالصبر جس ذات گرامی پر نازل ہوئی اس کی تبلیغ انھوں نے اپنی ظاہری حیات میں بھی کی اور بعد وصال بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک ہاشمی عورت جسے کچھ لوگ ستایا کرتے تھے وہ حالات سے تنگ آ کر انیس بیکساں، چارہ سازِ دردمنداں ﷺ کی قبرانور پر آ کر شکایت کرتی ہے تو اُسے قبرانور سے کس طرح صبر کی تلقین کی گئی مولانا زکریا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''یوسف بن علی کہتے ہیں کہ ایک ہاشمی عورت مدینہ طیّبہ میں رہتی تھی اور بعض خدّام اس کو ستایا کرتے تھے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں فریاد لے کر حاضر ہوئی تو روضۂ شریفہ سے یہ آواز آئی اَمَالکِ فِیَّ اُسْوَۃٌ فَاصْبِرِیْ کَمَا صَبَرْتُ اَوْ نَحْوَ ھٰذَا'' کیا تیرے لیے میرے اتباع میں رغبت نہیں جس طرح میں نے صبر کیا تو بھی صبر کر'' وہ عورت کہتی ہیں اس آواز کے بعد جس قدر کوفت مجھے تھی وہ سب جاتی رہی اور وہ تینوں خادم جو مجھے ستایا کرتے تھے مر گئے۔'' (الحاوی)

(فضائل اعمال، ج: دوم، باب فضائل حج، صفحہ: 167)

لوگوں کی طرف سے ہونے والی زیادتی کی بنیاد پر اس خاتون کو جو کلفتیں ہو رہی ہوں گی وہ سب کی سب یکلخت اس وقت کافور ہوگئی ہوں گی جب مکین گنبد خضرا کی مقدس آواز اس خاتون کے کان میں پڑی ہوگی۔ بلکہ وہ اپنے ستانے والوں کی مشکور ہوئی ہوگی کے اگر تم نہ ستاتے اور میں قبرانور پر جا کر یوں شکایت نہ کرتی تو مجھے بعد وصال نبی اکرم ﷺ کی آواز سننے کی سعادت حاصل نہ ہوتی۔ یقیناً وہ خاتون زندگی بھر صبر کے ساتھ ساتھ فخر بھی کرتی رہی ہوگی۔

(بیسواں واقعہ)

قبرِ انور سے حضرت عمر کو پیغام آیا

فضائل اعمال میں مولانا زکریا نے ایک ایسی روایت بھی بیان کی ہے جو دیوبندیت کے بالکل منافی ہے قبر پر جا کر فریاد کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ صاحب قبر ہماری فریاد سنتے ہیں اور فریاد رسی کرتے ہیں انہی باتوں کو علمائے دیوبند قبر پرستی سے تعبیر کرتے ہیں مگر مولانا زکریا نے یہ واقعہ بیان کر کے دیوبندیت کی جڑوں کو اُکھاڑ پھینکا ہے وہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں قحط پڑا۔ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کی امّت ہلاک ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگ دیجئے۔ انھوں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ارشاد فرمایا کہ عمرؓ سے میرا اسلام کہہ دو اور یہ کہہ دو کہ بارش ہوگی اور یہ بھی کہہ دینا کہ (عَلَیْکَ الْکَیْسَ اَلْکَیْسَ) ہوشمندی اور ہوشیاری کو مضبوط پکڑیں، وہ شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیام پہنچایا، حضرت عمرؓ سن کر رونے لگے اور عرض کیا یا اللہ میں اپنی قدرت کے بقدر تو کوتاہی نہیں کرتا۔ (وفاء الوفاء)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 169)

یہ واقعہ حضرت عمر کے زمانے کا ہے اور اس واقعے کا خاص تعلق بھی حضرت عمر سے ہے اس سے چند باتیں واضح ہو رہی ہیں:

- حضور کی بارگاہ میں دست سوال پھیلانا ظاہری حیات میں بھی صحابہ کا معمول تھا اور بعد وصال بھی یہ معمول برقرار رہا۔
- کسی صحابی نے حتّٰی کہ خود حضرت عمر نے بھی اس کا انکار نہ فرمایا۔
- اگر رحمت عالم کی قبر پر جا کر سوال کرنا شرک ہوتا تو دور صحابہ میں ہرگز ایسا نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ آج نادان مولویوں نے جس امر کو شرک قرار دے دیا ہے وہ صحابہ کا معمول تھا۔

- جب قحط کی سختیوں کے حوالے سے انھوں نے حضور ﷺ سے بارش کی فریاد کی تو نبی اکرم ﷺ نے بارش ہونے کی بشارت بھی دے دی اور حضرت عمر کو پیغام بھی دے دیا۔
- اُس پیغام کو سن کر حضرت عمر کے رونے کی وجہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت عمر کو حضور ﷺ کی کرم نوازی پر کتنا مضبوط بھروسا تھا۔
- حضرت عمر کا عقیدہ بھی وہی ہوتا جو آج دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کا ہے تو حضرت عمر قبر پر استغاثہ کرنے والے کی جم کر خبر لے لیتے اور اس سے تجدید ایمان کرواتے کہ تو غیر اللہ سے مدد طلب کر کے مشرک ہو گیا۔
- پھر حضور ﷺ کا پیغام پہنچانے والے پر بھی ناراض ہو جاتے کہ تم غلط کہتے ہو موت کے بعد کوئی کسی کی خبر گیری کیسے کر سکتا ہے اور کسی کو پیغام کیسے بھیج سکتا ہے۔

کیا اب موجودہ دور کے نام نہاد توحید کے ٹھیکے دار حضرت عمر کو بھی مشرک کہیں گے؟؟؟

(اکیسواں واقعہ)

قبر نبوی سے تدفین کا اذن لیا گیا

کہتے ہیں کہ حضرت یارِ غار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلی تمنّا تھی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جائیں اس پر انھوں نے حضرت علی سے قبل وصال فرمایا مجھے تم غسل دینا کفن پہنانا اور میرا جنازہ روضہ شریف کے پاس لے جا کر رکھ دینا پھر نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کرنا اگر اجازت مل جائے تو مجھے پہلو میں دفن کرنا ورنہ جنت البقیع میں چنانچہ مولانا زکریا پوری روایت اس طرح بیان کرتے ہیں:

> حضرت عائشہ؄ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد حضرت ابوبکر صدیق؄ بیمار ہوئے تو یہ وصیّت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری نعش روضۂ اقدس پر لے جا کر عرض کر دینا کہ یہ ابوبکر؄ ہے آپؐ کے قریب دفن ہونے کی تمنا رکھتا ہے۔ اگر وہاں سے اجازت ہو جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اجازت نہ ہو تو بقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وصیّت کے موافق جنازہ وہاں لے جا کر قبر شریف کے قریب یہی عرض کر دیا گیا وہاں سے ایک آواز ہمیں آئی۔ آدمی کہنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا کہ اعزاز و اکرام کے ساتھ اندر لے آؤ۔ حضرت علی؄ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق؄ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو مجھے اپنے سرہانے بٹھا کر فرمایا کہ جن ہاتھوں سے تم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا انہی ہاتھوں سے مجھے غسل دینا اور خوشبو لگانا اور مجھے اس حجرہ کے قریب لے جا کر جہاں حضورؐ کی قبر ہے اجازت مانگ لینا اگر اجازت مانگنے پر حجرہ کا دروازہ کھل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے عام قبرستان (بقیع) میں دفن کر دینا۔ حضرت علی؄ فرماتے ہیں کہ جنازہ کی تیاری کے بعد سب سے پہلے میں آگے بڑھا اور میں نے جا کر عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ ابوبکر؄ یہاں دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ ایک دم حجرہ کے کواڑ کھل گئے۔ اور ایک آواز آئی کہ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ علامہ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔
>
> (فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 176)

یہ روایت بیان کر کے مولانا زکریا نے علمائے دیوبند کے سارے فتووں کی ہوا نکال دی ہے۔ روایت کی صحت کو تسلیم کر لینے کی صورت میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱- اگر سیدنا صدیق اکبر کا عقیدہ بھی موجودہ دور کے توحید کے ٹھیکے داروں جیسا ہوتا تو وہ کبھی ایسی وصیت نہ کرتے۔

۲- اگر عقیدت کے جذبات میں سیدنا صدیق اکبر ایسا کہہ بھی رہے تھے تو حضرت علی کو کہنا چاہیے تھا کہ امیر المومنین ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ قبر سے دفن کی اجازت یا انکار کا کوئی پیغام ملے انتقال کے بعد کسی صاحب قبر سے اس طرح کا عقیدہ وابستہ کرنا قبر پرستی ہے۔

۳- اس روایت سے حضرت صدیق اکبر کا بھی عقیدہ معلوم ہوا اور حضرت علی کا بھی اور پھر قبر انور سے جو اذن ملا جس کے الفاظ خود مولانا زکریا نے بیان کیے کہ ''دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو'' اس میں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا گیا اب علمائے دیوبند حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی کو بھی مشرک کہیں گے؟

(بائیسواں واقعہ)

قبرِ انور سے اذان کی آواز آتی رہی

واقعہ کربلا کے بعد یزید کی فوج نے مدینہ منورہ پر حملہ کرکے کس طرح اس کی حرمت کو پامال کیا اس کی تفصیلات تمام مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ یزیدی فوج نے مسجد نبوی کو اصطبل بنا دیا تھا اور تین روز تک مسجد نبوی میں نہ نماز ہوسکی نہ اذان، لیکن گنبد خضرا کی نگاہوں سے مدینے کے یہ حالات مخفی نہ رہے، یزیدی فوج کی فتنہ انگیزیوں کے سبب مسجد نبوی میں اگر کوئی اذان و نماز کا اہتمام نہ کرسکا تو قبر اطہر سے یہ اہتمام کردیا گیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ خود اس کے گواہ ہیں اور اس واقعہ کی اطلاع بھی انہی کے ذریعہ دنیا کو ہوئی۔ مولانا زکریا فضائل اعمال میں واقعہ نقل کرتے ہیں:

> حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں، بڑے عجیب عجیب واقعات ان کی عبادت، زہد اور کلمۃ الحق کہنے میں کسی سے نہ ڈرنے کے کُتب میں موجود ہیں۔ پچاس برس تک کوئی نماز ان کی جماعت سے فوت نہیں ہوئی بلکہ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی اور چالیس برس تک کسی نماز کی اذان ایسی نہیں ہوئی کہ یہ اذان سے پہلے سے مسجد میں موجود نہ ہوں۔ اور پچاس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ (حلیہ) حرہ کی مشہور لڑائی جو یزید کے لشکروں کی اہل مدینہ سے ۶۳ھ میں ہوئی اس میں سب اہل مدینہ خوف و ہراس اور جنگ کی کثرت کی وجہ سے کچھ منتشر اور کچھ اپنے گھروں میں چھپ گئے تھے۔ مسجد نبوی میں فوجیوں کے گھوڑے کودتے پھرتے تھے۔ سترہ سو (۱۷۰۰) اونچے درجہ کے مہاجرین وانصار اس جنگ میں شہید ہوئے۔ اور دس ہزار سے زیادہ عام مؤمنین، علاوہ، بچوں اور عورتوں کے۔ (وفاء) اس زمانہ میں کئی دن تک حضرت سعید بن المسیبؒ تن تنہا مسجد نبوی میں پڑے رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کئی دن تک اتنے دوسرے آدمی مسجد میں آنا شروع نہیں ہوئے میں ہر نماز کے وقت اذان اور تکبیر کی آواز قبر شریف میں سے سنا کرتا تھا۔ (خصائص کبریٰ، قول بدیع)
>
> (فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم ص:177)

اب آپ ہی انصاف سے فیصلہ کیجیے کہ مولانا زکریا کے بیان کیے ہوئے اس واقعہ کے بعد کیا یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ حضور بھی مر کر مٹی میں مل گئے۔ معاذ اللہ مگر علمائے دیوبند عجیب تضادات کا شکار ہیں ایک طرف تو اس قسم کی روایتیں بیان کرکے عام اہلسنت و جماعت کی بھی تائید کرتے ہیں اور دوسری طرف تقویۃ الایمان جیسی توہین رسالت سے بھری کتاب کی بھی۔

(تئیسواں واقعہ)

امام قسطلانی کو شفا مل گئی

مولانا زکریا نے امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی بارگاہ رسالت سے فیض پانے والوں میں سے ہیں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے پھر انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی نتیجہ کیا ہوا مولانا زکریا کی زبانی سماعت فرمائیے:

> علامہ قسطلانیؒ جو مشہور محدث ہیں مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اس قدر سخت بیمار ہوا کہ طبیب علاج سے عاجز ہوگئے اور کئی سال تک مسلسل بیمار رہا۔ میں نے ایک مرتبہ جمادی الاولیٰ ۸۹۳ھ کو جب کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر تھا حضورؐ کے وسیلہ سے دعا کی اس کے بعد میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ دوا احمد بن القسطلانی کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضورؐ کے ارشاد سے عطا ہوئی ہے۔ میں خواب سے جاگا تو مرض کا اثر تک بھی نہ تھا۔
>
> (فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم ص:163)

اب تو دیوبندیوں کو اپنے فاسد عقیدے سے دست برداری کا اعلان کردینا چاہیے صحابہ، تابعین، محدثین سب کے سب جس رنگ میں رنگے ہوئے نظر آرہے ہے

اُسے ہی دیوبندی 'بریلویت' کا نام دیتے ہے۔ کیا امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محدث بھی شرک وتوحید کے مسائل سے ناآشنا تھا آخران کا یہ عقیدہ کیسے ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام حبیب رب اور طبیب سب ہیں۔

(چوبیسواں واقعہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبر میں زندہ ہیں

اہلسنت وجماعت کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ انبیاے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں مولانا زکریا اس عقیدہ کی موافقت اس طرح فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُ فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ کَذَافِی الْمِشْکٰوۃِ وَبَسطَ السَّخَاوِیُ فِی تَخْرِیْجِہٖ

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

(چند سطور کے بعد)

اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے قولِ بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپؐ کے بدنِ اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی۔ اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقیؒ نے انبیاء کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

(فضائلِ اعمال، باب: فضائل درود شریف، ج: اول ص:18/19/20)

انبیا اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں اور اپنے روحانی اختیارات سے دست گیری بھی فرماتے ہیں اس کے ثبوت میں خود مولانا زکریا نے روایتیں بیان کی ہیں:

(پچیسواں واقعہ)

زندہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زندہ معجزہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم کے حوالے سے مولانا زکریا نے حضور کی دست گیری کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جس میں عذاب بھی دفع کیا گیا ہے اور روسیاہ کو روسفید بھی کیا گیا ہے مصیبت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے کیسی دست گیری کی جاتی ہے مولانا زکریا سے سماعت فرمائیے:

''امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں عبدالواحد بن زید بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جارہا تھا ایک شخص میرا رفیقِ سفر ہو گیا وہ ہر وقت چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرتا تھا۔ میں نے اس سے اس کثرتِ درود کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ جب میں سب سے پہلے حج کے لیے حاضر ہوا تو میرے باپ بھی ساتھ تھے جب ہم لوٹنے لگے تو ہم ایک منزل پر سو گئے، میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اُٹھ تیرا باپ مر گیا اور اس کا منہ کالا ہو گیا میں گھبرایا ہوا اُٹھا تو اپنے باپ کے منہ پر سے کپڑا اُٹھا کر دیکھا تو واقعی میرے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا منہ کالا ہو رہا تھا۔ مجھ پر اس واقعہ سے اتنا غم سوار ہوا کہ میں اس کی وجہ سے بہت ہی مرعوب ہو رہا تھا، اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی کالے چہرے والے جن کے ہاتھ میں لوہے کے بڑے ڈنڈے تھے مسلّط ہیں۔ اتنے میں ایک بزرگ نہایت حسین چہرہ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انھوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دستِ

مبارک کو میرے باپ کے منہ پر پھیرا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اُٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے چہرہ کو سفید کر دیا میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میرا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد سے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کبھی نہیں چھوڑا۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود شریف، ج: اول، ص:105)

ایک طرف تو دیوبندی فرقہ کے معتبر فرد مولانا زکریا مشکل کشائی اور دفع عذاب کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں اور دوسری طرف مولوی رشید گنگوہی درود تاج میں دافع البلا جیسے الفاظ کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں جب ان سے درود تاج کے بارے میں خاص طور پر دافع البلاء و الوباء و القحط و المرض و الالم جیسے الفاظ کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے کیا فتویٰ دیا اُسے بھی ایک نظر دیکھ لیں:

''جواب:۔ درود شریف کے جو کچھ فضائل بعض جاہل بیان کرتے ہیں بالکل غلط ہے اور اس کا مرتبہ بجز شارع علیہ السّلام کے یہاں فرمانے کے معلوم ہونا محال ہے اور اس درود کی تالیف صدہا سال گذرنے کے بعد ہوئی ہے پس کس طرح درود کے اس صیغہ کو باعث ثواب قرار دے سکتے ہیں اور صحیح حدیثوں میں درود شریف کے جو صیغے آئے ہیں اُن کو چھوڑنا اور اس میں بہت کچھ ثواب کی امید رکھنا اور اس کا وِرد کرنا گمراہی کی بدعت ہے اور چونکہ اس میں کلمات شرکیہ بھی ہیں اندیشہ عوام کے عقیدہ کی خرابی کا ہے لہٰذا اس کا پڑھنا ممنوع ہے پس درود تاج کی تعلیم دینا اسی طرح ہے کہ عوام کو زہر قاتل دے دیا جائے۔ کیوں کہ بہت سے آدمی عقیدہ شرکیہ کے فساد میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص:162، ناشر: ایم ایس پبلشر دیوبند)

مذکورہ واقعے میں نبی اکرم ﷺ کے دافع البلا ہونے کی حیثیت بیان کی جارہی ہے اور فتویٰ شرک کا دیا جا رہا ہے اب عقیدے کے تضاد کا اس سے بڑا ثبوت کیا چاہیے۔

(چھبیسواں واقعہ)

حضور ﷺ کی سفارش سے عذاب رفع ہو گیا

دفع عذاب کا ایک اور واقعہ مولانا زکریا فضائل اعمال میں یوں ذکر کرتے ہیں۔

''نزہۃ المجالس میں ایک اور قصہ اسی نوع کا ابو حامد قزوینیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اور اس کا بیٹا دونوں سفر کر رہے تھے۔ راستہ میں باپ کا انتقال ہو گیا اور اس کا سر (منہ وغیرہ) سُوَر جیسا ہو گیا۔ وہ بیٹا بہت رویا اور اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں دعاء اور عاجزی کی اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تیرا باپ سود کھایا کرتا تھا اس لیے یہ صورت بدل گئی لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے۔ اس لیے کہ جب یہ آپ کا ذکرِ مبارک سنتا تو درود بھیجا کرتا تھا۔ آپؐ کی سفارش سے اس کو اس کی اپنی اصلی صورت پر لوٹا دیا گیا۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود شریف، ج: اول، ص:105 / 106)

فضائل اعمال میں دست گیری اور مشکل کشائی کے واقعات کا یہ تسلسل دیوبندیت کی بھرپور تردید کر رہا ہے مولانا زکریا ان روایتوں کو بیان کرتے وقت یہ بھول گئے کہ اس سے رحمت عالم ﷺ کی جو حیثیت ثابت ہوتی ہے علمائے دیوبند جو ان کے اکابرین ہیں اسے کسی مخلوق میں ماننا شرک قرار دے چکے ہیں۔

(ستائیسواں واقعہ)

قبر انور کے بارے میں عیسائیوں کی سازش ناکام بنادی گئی

چھٹی صدی ہجری میں سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں عیسائیوں نے ایک ناپاک سازش رچی اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دو افراد کو مدینہ بھی روانہ کردیا وہاں پہنچ کر انھوں نے اپنا کام شروع کردیا مگر نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پوری سازش پوشیدہ نہ رہی اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ سے کس طرح خدمت لے کر اس سازش کو ناکام بنایا پورا واقعہ فضائل اعمال میں یوں ہے:

''سلطان نورالدین عادل بادشاہ متقی اور صاحب اوراد و وظائف تھے۔ رات کا بہت سا حصّہ تہجد اور وظائف میں خرچ ہوتا تھا۔ ۵۵۷ ہجری میں ایک شب تہجد کے بعد سوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضور اقدسؐ نے دو کیری آنکھوں والے آدمیوں کی طرف اشارہ فرما کر سلطان سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ سلطان کی گھبراہٹ سے آنکھ کھلی، فوراً اُٹھ کر وضو کیا اور نوافل پڑھ کر دوبارہ لیٹے تو معاً آنکھ لگی اور یہی خواب بعینہٖ دوبارہ نظر آیا۔ پھر جاگے اور وضو کر کے نوافل پڑھیں پھر لیٹے اور معاً آنکھ لگنے پر تیسری مرتبہ پھر یہی خواب نظر آیا۔ تو اُٹھ کر کہنے لگے کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں فوراً رات ہی کو اپنے وزیر کو جو نیک صالح آدمی تھے جمال الدین نام بتایا جاتا ہے اور اس نام میں اختلاف بھی ہے اور سارا قصہ سنایا۔ وزیر نے کہا کہ اب دیر کی کیا گنجائش ہے فوراً مدینہ طیبہ چلئے اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے۔ بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی اور وزیر اور ۲۰ نفر مخصوص خُدّام کو ساتھ لیکر تیز رو اونٹوں پر بہت سا سامان اور مال متاع لدوا کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہو گئے اور رات دن چل کر سولھویں دن مصر سے مدینہ طیبہ پہنچے مدینہ طیبہ سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب و احترام سے مسجد شریف میں حاضر ہوئے اور روضہ جنت میں دو رکعت نفل پڑھی اور نہایت متفکر بیٹھے سوچتے رہے کہ کیا کریں۔ وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ زیارت کیلئے تشریف لائے ہیں اور اہل مدینہ پر بخشش اور اموال بھی تقسیم ہوں گے۔ اور بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا جس میں سارے اہل مدینہ یکے بعد دیگرے آکر عطائیں لے کر چلے گئے مگر وہ دو شخص جو خواب میں دیکھے تھے نظر نہ آئے، بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی اور باقی رہا ہو تو اس کو بھی بلا لیا جائے۔ معلوم ہوا کہ کوئی باقی نہیں رہا۔ بہت غور خوض اور بار بار کہنے پر لوگوں نے کہا کہ دو نیک مرد، متقی پرہیز گار مغربی بزرگ ہیں وہ کسی کی کوئی چیز نہیں لیتے۔ خود بہت کچھ صدقات خیرات اہل مدینہ پر کرتے ہیں سب سے یکسو رہتے ہیں۔ گوشہ نشین آدمی ہیں۔ بادشاہ نے ان کو بھی بلوایا۔ اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دونوں ہیں جو خواب میں دکھائے گئے تھے۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے مغرب کے رہنے والے ہیں حج کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ حج سے فراغت پر زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس رہنے کی تمنا ہوئی تو یہاں قیام کر لیا بادشاہ نے کہا صحیح صحیح بتادو۔ انھوں نے جو پہلے کہا تھا اسی پر اصرار کیا۔ بادشاہ نے ان کی قیامگاہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ روضہ اقدسؐ کے قریب ہی ایک رباط میں قیام ہے۔ بادشاہ نے ان کو تو وہیں روکے رکھنے کا حکم دیا اور خود ان کی قیام گاہ پر گیا وہاں جا کر بہت تجسس کیا۔ وہاں مال و متاع تو بہت سا ملا اور کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی ملیں لیکن کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے خواب کے مضمون کی تائید ہوتی۔ بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا۔ اہل مدینہ بہت کثرت سے سفارش کے لیے حاضر ہو رہے تھے کہ یہ نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں، ہر نماز روضہ شریفہ میں پڑھتے ہیں، روزانہ بقیع کی زیارت کرتے ہیں، ہر شنبہ کو قُبا جاتے ہیں کسی سائل کو رد نہیں کرتے۔ اس قحط کے سال میں اہل مدینہ کے ساتھ انتہائی ہمدردی و غمگساری انھوں نے کی ہے۔ بادشاہ حالات سنکر تعجب کرتے تھے اور ادھر اُدھر متفکر پھر رہے تھے وفعتہً خیال آیا کہ ان کے مصلے کو جو ایک بوریئے پر بچھا ہوا تھا اٹھایا اس کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا۔ اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے ایک سرنگ نکلی جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دور تک چلی گئی تھی، حتیٰ کہ قبر اطہر کے قریب تک پہنچ گئی تھی۔ یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے بادشاہ نے ان کو غصہ میں کانپتے ہوئے پیٹنا شروع کیا کہ صحیح صحیح واقعہ بتاؤ انھوں نے بتایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں اور عیسائی بادشاہوں نے بہت سا مال ان کو دیا ہے اور بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ حاجیوں کی صورت بنا کر آئے ہیں تا کہ قبر اطہر سے حضور اقدسؐ کے جسد اطہر کو لیجائیں وہ دونوں رات کو اس جگہ کو کھودا کرتے اور جو مٹی نکلتی وہ اس کو چمڑے کی دو مشکیں ان کے پاس مغربی شکل کی تھیں، ان میں بھر کر رات ہی کو بقیع میں ڈال آیا کرتے تھے۔ بادشاہ اس بات پر کہ اللہ جل شانہٗ نے اور اس کے پاک رسولؐ نے اس خدمت کیلئے ان کو منتخب کیا بہت روئے اور دونوں کو قتل کرایا۔ اور حجرہ شریفہ کے گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی تک پہنچ گئی۔ اور اس

میں رانگ یا سیسہ پگھلا کر بھروا دیا کہ جسد اطہر تک کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 178)

اب آپ ہی انصاف سے بتایئے علمائے دیوبند نے دنیاوی حیات میں نبی اکرم ﷺ کے لیے دیوار کے پیچھے کے علم کا انکار کیا اور یہاں حال یہ ہے کہ قبر انور سے رحمت عالم ﷺ سب کچھ دیکھ رہے ہیں اپنے غلاموں کو خواب میں آ کر حکم دے رہے ہیں اور ان سے کام لے رہے ہیں کیا نور الدین زنگی کا عقیدہ بھی یہی رہا ہوگا کہ حضور ﷺ کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں۔ انھوں نے جب پوری سازشوں کے ساتھ ان دو عیسائیوں کو پکڑا ہوگا اس وقت حضور ﷺ کے علم اور روحانی تصرف پر انہیں کتنا پختہ یقین ہو گیا ہوگا۔ مولانا زکریا کو ذرا بھی محسوس نہیں ہوا کہ انھوں نے اس واقعہ کو بیان کر کے دیوبندی مسلک کے ایوانوں میں کتنا گہرا شگاف ڈال دیا۔

کیا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی مشرک تھے؟

مولانا زکریا نے فضائل اعمال میں چند واقعات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی نقل کیے ہیں شاہ صاحب کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے جن پر سب کا اتفاق ہے اور دیوبندی علما بھی اُن کو اپنا بزرگ مانتے ہیں۔ فضائل اعمال میں شاہ صاحب کے جو واقعات نقل کیے گئے ہیں اُس سے سُنّیت کی تائید ہوتی ہے یا دیوبندیت کی ملاحظہ فرمایئے:

(اٹھائیسواں واقعہ)

مانگا خدا سے ملا مصطفیٰ ﷺ سے

''ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی (نہ معلوم کے دن کا فاقہ ہوگا) میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس آسمان سے اتری اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک روٹی تھی گویا اللہ جل شانہٗ نے حضؐور کو ارشاد فرمایا تھا کہ یہ روٹی مجھے مرحمت فرمائیں۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود، ج: اول، ص: 112)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھوک کی حالت میں اللہ جل جلالہٗ سے دعا کی تھی مگر دعا کے بعد اُنھوں نے دیکھا کہ آسمان سے روحِ محمد ﷺ نازل ہوئی اور شاہ صاحب کو روٹی عنایت فرمائی پھر شاہ صاحب خود وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ نے حضور کو ارشاد فرمایا تھا کہ یہ روٹی مجھے مرحمت فرمائیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دعا اللہ رب العزت سے کی گئی تو اللہ جل جلالہٗ نے براہِ راست شاہ صاحب کی مراد کیوں نہ پوری کر دی؟ اور پھر وصال کے صدیوں بعد شاہ ولی اللہ کے زمانے میں اُن کی اس طرح مدد کرنا کیا اس عقیدے کو ظاہر نہیں کرتا کہ نبی اکرم ﷺ قبر انور میں زندہ ہیں اور کائنات میں لوگوں کی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔ اس واقعے میں تو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو روٹی ملی اور ایک دوسرے واقعہ میں نبی اکرم ﷺ نے اُنھیں دودھ عطا فرمایا:

(اُنتیسواں واقعہ)

بارگاہِ نبوی سے شاہ ولی اللہ کو دودھ بھیجا گیا

مولانا زکریا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں اُنھوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُنھیں دودھ بھجوایا۔ لکھتے ہیں کہ:

''ایک دن مجھے رات کو کھانے کو کچھ نہیں ملا تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص دودھ کا پیالہ لایا جس کو میں نے پیا اور سو گیا۔ خواب میں نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ میں نے ہی بھیجا تھا یعنی میں نے توجہ سے اس کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ دودھ لے کر جائے۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود، ج:اول،ص:112)

اب آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ جو شاہ صاحب اتنی وضاحت سے یہ بیان کررہے ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے اُنھیں خواب میں مطلع فرمایا کہ میں نے ہی وہ دودھ بھیجا تھا اب ایسی صورت میں کیا یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ اعتقادی اور فکری اعتبار سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی دیوبندی تھے اس لیے کہ دیوبندی مسلک اختیار کرلینے کے بعد یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہوجاتا ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(تیسواں واقعہ)

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کو حضور ﷺ نے موئے مبارک عطا فرمائے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کے والد بیمار ہوگئے تو نبی اکرم ﷺ خواب میں تیمارداری کے لیے تشریف لائے اور اپنے دو موئے مبارک بھی عطا فرمائے۔فضائل اعمال میں جس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

''میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی،حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے بیٹے کیسی طبیعت ہے اس کے بعد شفا کی بشارت عطا فرمائی۔اور اپنی داڑھی مبارک میں سے دو بال مرحمت فرمائے مجھے اسی وقت صحت ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں بال میرے ہاتھ میں تھے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ان دو بالوں میں سے ایک مجھے مرحمت فرمایا تھا۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود، ج:اول،ص:112)

علمائے دیوبند کے فتوؤں کے مطابق تو حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں مگر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ دہلی میں اگر کوئی عاشقِ زار بیمار ہوجائے تو اُس کی بھی خبر رحمت عالم ﷺ کو ہوجاتی ہے اور آپ اس کی عیادت کے لیے بھی تشریف لاتے ہیں اور تصرفات واختیارات کا یہ عالم ہے کہ جو چیز خواب میں عطا کی گئی بیداری کی حالت میں وہ فی الحقیقت ہاتھوں میں موجود تھی۔اس ایک واقعہ سے جتنے عقیدے لپٹے ہوئے ہیں سب کے سب دیوبندی مسلک میں شرک ہیں۔اب شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کیا سمجھیں گے،سُنّی یا دیوبندی؟؟؟

(اکتیسواں واقعہ)

حضور ﷺ نے زعفرانی زردہ عطا فرمایا

بارگاہِ رسالت سے روٹی، دودھ، موئے مبارک تو عطا کیے گئے اب زعفرانی زردے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت شاہ صاحبؒ اپنے رسالہ حرزِ ثمین میں نمبر ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے ارشاد فرمایا کہ وہ رمضان المبارک میں سفر کررہے تھے،نہایت شدید گرمی تھی جس کی وجہ سے بہت ہی مشقت اُٹھانی پڑی۔اسی حالت میں مجھے اونگھ آگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی،حضورؐ نے بہت ہی لذیذ کھانا جس میں چاول اور میٹھا اور زعفران اور گھی خوب تھا (نہایت لذیذ زردہ) مرحمت فرمایا جس کو خوب سیر ہوکر کھایا۔پھر حضورؐ نے پانی مرحمت فرمایا جس کو خوب سیر ہوکر پیا۔جس سے بھوک پیاس سب جاتی رہی اور جب آنکھ کھلی تو میرے

ہاتھوں میں سے زعفران کی خوشبو آرہی تھی۔‘‘

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود، ج: اول ص:113)

اب آپ ہی بتائیے کہ فضائل اعمال میں یہ واقعہ نقل کر کے مولانا زکریا نے دیوبندیت کی بنیادیں اُکھاڑ کر پھینک دی یا نہیں؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے تو آپ نے خواب میں شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو زردہ اور پانی کیسے عطا فرمایا؟ اور پھر شاہ صاحب گواہی دے رہے ہیں کہ جب بیدار ہوئے تو ہاتھوں میں زعفران کی خوشبو آرہی تھی۔ آخر یہ کس بات کی علامت ہے؟

(بتیسواں واقعہ)

یارسول اللہ پکارنا جائز ہے

فضائل اعمال میں مولانا زکریا نے ترمذی وغیرہ کی وہ حدیث بھی نقل کی ہے جس سے اہل سُنّت صدیوں سے ندائے یارسول اللہ کا استدلال کرتے رہے ہیں۔ مگر مولانا زکریا دیوبندی مسلک کے ہونے کے باوجود اس روایت کو نقل کر کے اہل سُنّت کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

’’عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی کسی ضرورت سے بار بار حاضر ہوتے تھے وہ ان کی طرف التفات نہ فرماتے تھے نہ ان کی ضرورت کی طرف توجہ فرمارہے تھے۔ ان صاحب نے ابن حُنیف رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی انھوں نے یہ ترکیب بتائی کہ تم وضو کر کے مسجد نبوی میں جاؤ اور دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیۡکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحۡمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیۡ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ اَنۡ تُقۡضٰی حَاجَتِیۡ۔ اور یہ دعا پڑھ کر اپنی حاجت کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے سامنے پیش کرو انھوں نے اس کے موافق کیا اس کے بعد وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ وہاں پہنچتے ہی دربان آیا اور ان کو ہاتھوں ہاتھ لے گیا۔ وہاں پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت اکرام کیا اپنی جگہ بٹھایا اور ان کی ضرورت کو خود دریافت کر کے پورا کیا اور اس کی معذرت فرمائی کہ اس وقت تک تمہاری ضرورت کو پورا نہ کرسکا۔ اور آئندہ کے لئے ارشاد فرمایا کہ جو ضرورت ہوا کرے بے تکلف کہہ دیا کریں۔ یہ صاحب جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس آئے تو ابن حُنیف سے ملے اور ان کا بہت شکریہ ادا کیا کہ تمہاری سفارش سے میرا کام ہوگیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں اس کی جزائے خیر دے۔ ابن حُنیف نے کہا کہ میں نے کوئی سفارش نہیں کی بلکہ بات یہ ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نابینا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بینائی کی شکایت کی حضوؐر نے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو اور کہو تو میں دعا کردوں۔ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ کوئی ہاتھ پکڑنے والا بھی میرے پاس نہیں ہے اس کی بہت تکلیف ہے تو حضور نے یہی ترکیب ان کو بتائی تھی کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں پھر اس دعاء کو پڑھ کر دعاء کریں۔ ابن حُنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تھوڑا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ وہ نابینا ایسے آئے گویا ان کی آنکھوں کو کچھ نقصان ہی نہ پہنچا تھا۔ علامہ شبلیؒ کہتے ہیں کہ اس قصّہ میں عثمان بن حُنیف کے فہم سے استدلال ہے کہ وہ حضوؐر کی خدمت میں حاضر تھے۔ (وفاء) یعنی انھوں نے اس قصّہ کو ان نابینا کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھا بلکہ ہر شخص کے لیے اس دعاء سے توسُّل کو عام سمجھا۔‘‘

(فضائل اعمال، باب: فضائل حج، ج: دوم ص:174/ 175)

یہ روایت ندا کے جواز کی مضبوط دلیل ہے اور آج بھی جو یہ عمل کرے گا وہ مراد کو پہنچے گا جس طرح وہ نابینا صحابی مراد کو پہنچے۔

(تینتیسواں واقعہ)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡکَ یَا مُحَمَّدُ

ندا کے خلاف دیئے گئے فتوے سے انحراف کرتے ہوئے مولانا زکریا نے اسلاف کا ایک معمول یوں بیان کیا ہے:

''علامہ سخاویؒ، ابوبکر بن محمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہدؒ کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے ان کو دیکھ کر ابوبکر بن مجاہدؒ کھڑے ہوگئے ان سے معانقہ کیا ان کی پیشانی کو بوسہ دیا میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور سارے علماء بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ پھر انھوں نے اپنا خواب بتایا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضوؐر کی خدمت میں شبلی حاضر ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ آخر سورہ تک پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب بھی فرض نماز پڑھتا ہے اس کے بعد تین مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ پڑھتا ہے ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ اس خواب کے بعد جب شبلی آئے تو میں نے اس سے پوچھا کہ نماز کے بعد کیا درود پڑھتے ہو تو انھوں نے یہی بتایا۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود، ج: اول، ص:104)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی ندا کے قائل تھے ورنہ وہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد ہرگز نہ پڑھتے اور پھر یہ حرام و بدعت ہوتا تو ایسا کرنے والے کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعزاز نہ فرماتے۔ پس ثابت ہوا کہ ندا اسلاف کا معمول اور بارگاہِ رسالت میں مقبول ہے۔ اب دیوبندیوں کو چاہیے کہ وہ تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں بھی الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا شروع کریں۔

(چونتیسواں واقعہ)

صلوٰۃ تنجینا کی فضیلت

مشہور درود جسے صلوٰۃ تنجینا کہا جاتا ہے اُس کی فضیلت فضائل اعمال میں مولانا زکریا یوں بیان کرتے ہیں:

''مناہج الحسنات میں ابن فاکہانیؒ کی کتاب فجر منیر سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نیک صالح موسیٰ ضریرؒ تھے، انھوں نے اپنا گذرا ہوا قصہ مجھ سے نقل کیا کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں ہنوز تین سو (۳۰۰) بار پر نوبت پہنچی تھی کہ جہاز نے نجات پائی اور بَعْدَ الْمَمَاتِ کے اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بھی اس میں پڑھنا معمول ہے اور خوب ہے وہ درود یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اور شیخ مجد الدینؒ صاحبِ قاموس نے بھی اس حکایت کو بسند خود ذکر کیا ہے۔'' (فض)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود، ج: اول، ص: 87/ 88)

اس واقعہ سے اہل سُنّت کے دو عقیدے ثابت ہوئے، علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور استمداد۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہے اسی لیے تو صالح موسیٰ ضریر رحمۃ اللہ علیہ کا جہاز ڈوبنے لگا تو اُس کا علم قبر نبوی میں ہوگیا اور پھر ڈوبتے ہوئے جہاز کو ساحلِ حیات پر لگانے کا وظیفہ بھی بتا دیا گیا اور اُس کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ تعداد پوری بھی نہ ہوئی کہ مراد پوری ہوگئی۔ اب آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ماضی کے مسلمان سُنّی ہوتے تھے نہ کہ دیوبندی۔

(پینتیسواں واقعہ)

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیے ہیں دُرّ بے بہا دیے ہیں

کائنات میں ہونے والے ایک ایک واقعہ پر رحمت عالم ﷺ کی کیسی نظر ہے اور وہ اپنے چاہنے والوں کی مصیبت میں کس طرح دست گیری فرماتے ہیں اس کا ثبوت فضائل اعمال کے اس واقعہ سے ہوجاتا ہے۔مولانا زکریا نقل کرتے ہیں:

''محمد بن مالکؒ کہتے ہیں کہ میں بغداد گیا تاکہ قاری ابوبکر بن مجاہدؒ کے پاس کچھ پڑھوں۔ہم لوگ ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر تھی اور قراءت ہورہی تھی اتنے میں ایک بڑے میاں ان کی مجلس میں آئے جن کے سر پر بہت ہی پرانا عمامہ تھا۔ایک پرانا کُرتا تھا ایک پرانی سی چادر تھی۔ابوبکرؒ ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور ان کو اپنی جگہ بٹھایا اور ان سے ان کے گھر والوں کی اہل وعیال کی خیریت پوچھی ان بڑے میاں نے کہا رات میرے ایک لڑکا پیدا ہوا۔گھر والوں نے مجھ سے گھی اور شہد کی فرمائش کی۔شیخ ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ میں ان کا حال سُن کر بہت ہی رنجیدہ ہوا اور اسی رنج وغم کی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اتنا رنج کیوں ہے۔علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا اور اس کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ علامت بتانا کہ تو ہر جمعہ کی رات کو اس وقت تک نہیں سوتا جب تک کہ مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود نہ پڑھ لے اور اس جمعہ کی رات میں تو نے سات سو مرتبہ پڑھا تھا کہ تیرے پاس بادشاہ کا آدمی بلانے آگیا تو وہاں چلا گیا اور وہاں سے آنے کے بعد تو نے اس مقدار کو پورا کیا۔یہ علامت بتانے کے بعد اس سے کہنا کہ اس نومولود کے والد کو سو(۱۰۰) دینار (اشرفیاں) دے دے تاکہ یہ اپنی ضروریات میں خرچ کرلے۔قاری ابوبکرؒ اُٹھے اور ان بڑے میاں نومولود کے والد کو ساتھ لیا اور دونوں وزیر کے پاس پہنچے۔قاری ابوبکرؒ نے وزیر سے کہا ان بڑے کو حضورؐ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔وزیر کھڑے ہوگئے اور ان کو اپنی جگہ بٹھایا اور ان سے قصّہ پوچھا۔شیخ ابوبکرؒ نے سارا قصّہ سنایا جس سے وزیر کو بہت ہی خوشی ہوئی اور اپنے غلام کو حکم کیا کہ ایک توڑا نکال کر لائے (توڑا ہمیانی تھیلی جس میں دس ہزار کی مقدار ہوتی ہے) اس میں سے سو(۱۰۰) دینار اس نومولود کے والد کو دیئے اس کے بعد سو(۱۰۰) اور نکالے تاکہ شیخ ابوبکرؒ کو دے شیخ نے ان کے لینے سے انکار کیا وزیر نے اصرار کیا کہ ان کو لے لیجئے اس لیے کہ یہ اس بشارت کی وجہ سے ہے جو آپ نے مجھے اس واقعہ کے متعلق سنائی اس لیے کہ یہ واقعہ یعنی ایک ہزار درود والا ایک راز ہے جس کو میرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔پھر سو(۱۰۰) دینار اور نکالے اور یہ کہا کہ اس خوشخبری کے بدلہ میں ہیں کہ تم نے مجھے اس کی بشارت سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے درود شریف پڑھنے کی اطلاع ہے۔اور پھر سو(۱۰۰) اشرفیاں اور نکالیں اور یہ کہا کہ یہ اس مشقت کے بدلہ میں ہے جو تم کو یہاں تک آنے میں ہوئی اور اسی طرح سو سو اشرفیاں نکالتے رہے یہاں تک کہ ایک ہزار اشرفیاں نکالیں مگر انھوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ہم اس مقدار یعنی سو(۱۰۰) دینار سے زائد نہیں لیں گے جن کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔'' (بدیع)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود، ج: اول، ص: 102 / 103)

اب دیوبندیوں کو علمِ غیب مصطفی ﷺ کا کیا ثبوت چاہیے۔اس واقعہ میں سب کچھ موجود ہے۔نومولود کے باپ کو سو(۱۰۰) درہم کی ضرورت ہے یہ بھی معلوم ہوگیا، ابوبکر بن مجاہد رنج وغم میں ہیں یہ بھی معلوم ہوگیا، وزیر روزآنہ ایک ہزار مرتبہ درود پڑھتا ہے یہ بھی معلوم ہوگیا، ایک روز سات سو(۷۰۰) مرتبہ ہی پڑھ پائے تھے کہ بادشاہ کا کارندہ بلانے آگیا یہ بھی معلوم ہوگیا اور پھر دست گیری اس طرح فرمائی کہ ضرورت مندوں کو وزیر کے پاس بھیج دیا اور اپنے علمِ غیب کے حوالے سے اُس سے مدد طلب کرنے کے لیے کہا اور پھر وزیر نے اس بشارت سے خوش ہوکر سو نہیں ہزار درہم عطا کیے۔اگر وہ وزیر وہابی یا دیوبندی ہوتے تو کہہ دیتے کہ دنیا میں گزرنے والے حالات کا علم نبی اکرم ﷺ کو کیسے ہوگیا، غیب تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(چھتیسواں واقعہ)

موئے مبارک کی فضیلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہمارے لیے اتنی عظیم دولت ہیں کہ کائنات کی ساری دولت ایک طرف اور موئے مبارک ایک طرف مگر دیوبندی علماو عوام کو موئے مبارک سے کوئی عقیدت و رغبت نہیں ہوتی، جب ان کی زیارت کا کہیں اہتمام کیا جاتا ہے تو دیوبندی کبھی شریک نہیں ہوتے بلکہ لوگوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں پتہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے بھی یا نہیں۔

مگر مولانا زکریا موئے مبارک کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ایک واقعہ فضائل اعمال میں یوں نقل کرتے ہیں:

''حضرت ابوحفص سمرقندیؒ اپنی کتاب رونق المجالس میں لکھتے ہیں کہ بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت زیادہ مالدار تھا اس کا انتقال ہوا اس کے دو بیٹے تھے۔ میراث میں اس کا مال آدھا آدھا تقسیم ہو گیا۔ لیکن ترکہ میں تین بال بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود تھے۔ ایک ایک دونوں نے لے لیا، تیسرے بال کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ اس کو آدھا آدھا کر لیں چھوٹے بھائی نے کہا ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم حضورؐ کا موئے مبارک نہیں کاٹا جا سکتا۔ بڑے بھائی نے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ تینوں بال تو لے لے اور یہ مال سارا میرے حصّے میں لگا دے۔ چھوٹا بھائی خوشی سے راضی ہو گیا۔ بڑے بھائی نے سارا مال لے لیا اور چھوٹے بھائی نے تینوں موئے مبارک لے لیے۔ وہ ان کو اپنی جیب میں ہر وقت رکھتا اور بار بار نکالتا ان کی زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ بڑے بھائی کا سارا مال ختم ہو گیا اور چھوٹا بھائی بہت زیادہ مالدار ہو گیا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو کوئی ضرورت ہو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دعا کیا کرے۔ (بدیع)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ درود شریف، ج: اول، ص: 99)

سبحان اللہ! موئے مبارک کی تعظیم کرنے والے کو اللہ نے دنیا میں بھی نوازا اور آخرت میں بھی اس کے مقام کی بلندی ظاہر کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس کسی کو کوئی ضرورت ہو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دعا کیا کرے۔'' یعنی اس کی قبر کو بھی مستجاب الدعوات بنا دیا گیا۔

(سینتیسواں واقعہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ

وسیلہ کے بارے میں تقویۃ الایمان میں جو عقیدہ پیش کیا گیا ہے اُسے جاننے کے لیے اس کی طرف رجوع کیجیے جو کہ دیوبندیوں کے نزدیک بہت معتبر و مستند کتاب ہے اور مولوی رشید گنگوہی نے اس کے بارے میں فتویٰ دیا ہے کہ اس کا اپنے پاس رکھنا اور پڑھنا عین اسلام ہے جب کہ اس کی بعض توہین رسالت پر مبنی عبارتوں کی بنیاد پر جامع معقولات ومنقولات علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی ہے جس پر دہلی کے اکابر علما کے تائیدی دستخط ہیں تقویۃ الایمان میں بیان کیے ہوئے عقیدے کی تردید مولانا زکریا نے اس طرح کی ہے:

''سلام کے بعد اللہ جلّ شانہٗ سے حضورؐ کے وسیلہ سے دعاء کرے اور حضورؐ سے شفاعت کی درخواست کرے۔ بعض علماء نے توسل کو منع فرمایا ہے۔ لیکن جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ مُغنی جو فقہ حنابلہ میں مشہور معروف ہے اس میں الفاظِ سلام میں یہ الفاظ بھی ذکر کئے گئے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا وَقَدْ اَتَیْتُکَ مُسْتَغْفِرًا مِّنْ ذُنُوْبِیْ مُسْتَشْفِعًا بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَاَسْئَلُکَ یَارَبِّ اَنْ تُوْجِبَ لِیَ الْمَغْفِرَۃَ کَمَا اَوْجَبْتَھَا لِمَنْ اَتَاہُ فِیْ حَیَاتِہٖ (الخ)

''اے اللہ تیرا پاک ارشاد ہے اور تیرا ارشاد حق ہے اور وہ یہ ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا آخر آیت تک، اب میں آپ کے پاس آیا ہوں اور اپنے گناہوں سے مغفرت چاہتا ہوں اور آپ سے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت چاہتا ہوں اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو میری مغفرت کو واجب کر دے جیسا کہ تو نے اس شخص کی مغفرت کو واجب کیا جو حضورؐ کی خدمت میں ان کی زندگی میں حاضر ہوا ہو۔''

یہی الفاظ شرحِ کبیر میں بھی نقل کئے گئے، اسی طرح ان دونوں کتابوں میں عتبیؒ کا وہ قصہ بھی نقل کیا گیا جو اس سے پہلی فصل کے آخر میں گذرا

اوراس میں آیتِ شریفہ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْظَلَمُوْا۔ الآیۃ کا ترجمہ بھی گذر چکا ہے۔ خلفائے عباسیہ میں سے منصور عباسی نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ دعاء کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چہرہ کروں یا قبلہ کی طرف تو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ آپؐ کی طرف سے منہ ہٹانے کا کیا محل ہے جب کہ آپؐ تیرا بھی وسیلہ ہیں اور تیرے باپ حضرت آدمؑ کا بھی وسیلہ ہیں۔ حضوؐر کی طرف منہ کر کے حضورؐ سے شفاعت چاہو اللہ جلّ شانہٗ ان کی شفاعت قبول کرے۔ علامہ زرقانیؒ کہتے کہ اس قصّہ کو قاضی عیاضؒ نے معتبر اساتذہ سے نقل کیا ہے۔ اس کا انکار کرنا جرأت ہے۔'' (شرح مواہب)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 146)

(اڑتیسواں واقعہ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شفاعت کا سوال

ایک دوسری جگہ مولانا زکریا لکھتے ہیں:

''ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے اور اس سے حضرت قدس سرہٗ نے زبدہ میں نقل کیا ہے کہ سلام کے بعد پھر حضوؐر کے وسیلہ سے دعاء کرے، اور شفاعت چاہے، اور یہ الفاظ کہے

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْأَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰہِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ۔

''اے اللہ کے رسولؐ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں۔ اور آپ کے وسیلہ سے اللہ سے یہ مانگتا ہوں کہ میری موت آپ کے دین اور آپ کی سنّت پر ہو۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 146)

یہ ہے مولانا زکریا کی صراحت مگر ان کی ہی مستند و معتبر کتاب 'تقویۃ الایمان' میں ہے کہ ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(ص: 70، ناشر: الدار السّلفیہ ممبئی، اشاعت: مارچ 2004ء)

(اُنتالیسواں واقعہ)

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور کی قبر انور پر حاضر ہو تو اس وقت کیا کرے فضائل اعمال میں تفصیل سے لکھا ہے اسی ضمن میں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھنے کی ترغیب مولانا زکریا یوں دے رہے ہیں:

''انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون اور وقار سے آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھتا رہے۔ اور جب تک شوق میں اضافہ پاوے انہی الفاظ کو یا اور کسی سلام کو بار بار پڑھتا رہے اس سے پہلی فصل کے نمبر ۱۰ پر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ستّر (۷۰) مرتبہ پڑھنا گذرا ہے وہ بھی بہتر ہے مگر سکون اور وقار اور ذوق وشوق سے پڑھے۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص: 144)

ان دونوں درودوں میں ندا ہے جسے علمائے دیوبند شرک وبدعت قرار دیتے ہیں مگر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہنچ کر یہ شرک وبدعت اسلام کے موافق ہو گیا مولانا کی ترغیب کے مطابق جب کوئی تبلیغی سنہری جالیوں کے سامنے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پڑھے گا تو اسے یہ ضرور محسوس ہوگا کہ یہاں پہنچ کر وہ بھی

بریلوی ہو گیا جن کلمات پر برصغیر میں لڑتے جھگڑتے اور مناظرہ کرتے ہیں مدینہ پہنچ کر ہر ایک کو وہی پڑھنا پڑ رہا ہے تو پھر اُسی فتوی کو کیوں نہ مان لیا جائے جس کی بنیاد پر ہر جگہ **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** ﷺ پڑھنا صحیح ہے۔

(چالیسواں واقعہ)

غیر نبی کے لیے علم غیب

فضائل ذکر میں مولانا زکریا نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیا کیا اولیا کو بھی اللہ نے غیب کا علم عطا فرمایا ہے لکھتے ہیں:

''حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا انھوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنھوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں جب انھوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا ہے۔ انھوں نے شیطان کو ننگا دیکھا انھوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں آدمی وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ ذکر، ج: اول، ص:43)

اس واقعہ کے مطالعہ کے بعد ذہن کی سطح پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یار لوگوں نے نبی کے بارے میں یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور یہاں شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ذاکرین کا حال یہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کی شیطان سے کیا گفتگو ہوئی اس کا علم ہو گیا۔ جب ہی تو انھوں نے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے کہہ دیا کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔

واضح رہے کے علمائے دیوبند غیب دانی اور کشف کے بے شمار واقعات خود اپنے دیوبندی بزرگوں کے بارے میں فخر سے بیان کرتے ہیں حتیٰ کے مافی الارحام کے واقعات بھی 'ارواحِ ثلٰثہ' میں دو دو دیوبندی بزرگوں کے بیان کیے گئے ہیں۔ مگر جب نبی اکرم ﷺ کے علم غیب کی بات آتی ہے تو علمائے دیوبند انکار کر بیٹھتے اور مناظرے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں اب فضائل اعمال کے اس واقعہ کی بنیاد پر علمائے دیوبند کو میں نبی اکرم ﷺ کے علم غیب کو تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہوں کیا آپ لوگوں کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی اُتنی بھی عظمت نہیں ہے جتنی شونیزیہ کی مسجد کے ذاکرین کی۔

(اکتالیسواں واقعہ)

قبر میں نماز پڑھنے والے بزرگ

اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور خود مولانا زکریا نے بھی اس عقیدہ کی تائید میں روایتیں جمع کی ہیں جس کا مطالعہ آپ نے گذشتہ اوراق میں کیا اب فضائل اعمال کے مصنف اولیا کی زندگی ثابت کرنے کے لیے حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کر رہے ہیں کہ وہ کس طرح قبر میں نماز پڑھتے تھے:

''حضرت ثابت بنانیؒ حفاظِ حدیث میں ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابوسنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی

تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے، اس نے مجھے کہا چُپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو، ہم نے قصّہ بیان کیا اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔'' (اقامۃ الحجّہ)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ نماز، ج: اول، ص:66)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اولیا بھی قبر میں زندہ ہوتے ہیں تو جو کمال امتی کو حاصل ہے وہ نبی کو بدرجہ اتم حاصل ہوگا۔

(بیالیسواں واقعہ)

حضرت ابراہیم خواص کی روحانی طاقت

تقویۃ الایمان میں یہ عقیدہ بھی درج ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں پر قربان جایئے جن کے غلاموں کو اللہ نے یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ دو انگلیوں کے اشارے سے کسی ظالم کی آنکھیں باہر نکال دینے پر بھی وہ قادر ہیں۔ یہ واقعہ اگر ہم بیان کرتے تو علمائے دیوبند ہمیں عقیدے میں غلو کرنے والا قرار دیتے مگر یہاں علمائے دیوبند کیا کہیں گے؟ یہ واقعہ تو دیوبند کے توحید کدہ کا پروردہ بیان کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم خواص کا واقعہ باب الحج میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''ایک بزرگ فرماتے ہیں ہم مدینہ منورہ میں حاضر تھے اور ان کرامات کا تذکرہ کر رہے تھے جو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو عطا فرمائی ہیں، ایک نابینا ہمارے قریب بیٹھے ہوئے ہماری باتیں سن رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ مجھے تمہاری باتوں سے اُنس ہوا ایک بات سنو میں عیال دار آدمی تھا۔ بقیع میں لکڑیاں کاٹنے جایا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ وہاں ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس پر کتّان کا کرتا ہے ہاتھ میں جوتے لے رکھے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ کوئی پاگل ہے۔ میں نے اس کے کپڑے چھیننے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا کہ اپنے کپڑے اتار دے اس نے کہا جا اللہ کی حفاظت میں چلا جا۔ میں نے دوبارہ سہ بارہ اسی طرح تقاضا کیا۔ اس نے کہا کہ میرے کپڑے ضرور ہی لے گا میں نے کہا اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اس نے دو انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا وہ دونوں نکل کر باہر گر پڑیں۔ میں نے کہا تجھے خدا کی قسم تو یہ تو بتا دے کہ تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں ابراہیم خواصؒ ہوں۔ صاحب روض کہتے ہیں کہ حضرت خواصؒ نے اپنے لٹیرے پر اندھے ہونے کی بد دعاء کی اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے اس سپاہی کے لیے جس نے ان کو پیٹا تھا جنّت کی دعاء کی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواص نے چور کی حالت سے یہ اندازہ فرما لیا تھا کہ وہ بغیر سزا کے توبہ نہیں کرے گا۔ اور حضرت ابراہیمؒ کو یہ اندازہ ہوا کہ سزا سے وہ توبہ نہ کرے گا اس لیے اس پر دعاء کا احسان کیا جس کی برکت سے اس کو توبہ نصیب ہوئی۔ اور جب وہ معافی چاہنے کے لیے معذرت کے طور پر حاضر ہوا تو حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ جو سر معذرت کا محتاج تھا وہ میں بلخ میں چھوڑ آیا۔'' (روض)

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ حج، ج: دوم، ص:164 / 165)

بغیر چھری چاکو اور اوزار کے صرف انگلیوں کے اشارے سے دونوں آنکھوں کا باہر آ جانا کس قوت کی بنیاد پر ہوا ما فوق الاسباب یا ماتحت الاسباب۔ یہ واقعہ بھی علمائے دیوبند کو اپنے غلط عقائد و نظریات کی اصلاح کی دعوت دے رہا ہے۔

(تینتالیسواں واقعہ)

قبر والے نے کی خرید و فروخت

فضائل صدقات میں مولانا زکریا نے ایک صاحب قبر کا عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے۔ایک سخی نے موت کے بعد بھی کس طرح سخاوت کی ملاحظہ فرمایئے:

''عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارت کو گئی۔دور کا سفر تھارات کو وہاں ٹھیرے ان میں سے ایک شخص نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس سے کہہ رہا ہے کہ تو اپنے اُونٹ کو میرے بختی اُونٹ کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے(بختی اُونٹ اعلیٰ قسم کے اونٹوں میں شمار ہوتا ہے جو اس میّت نے ترکہ میں چھوڑا تھا) خواب دیکھنے والے نے خواب ہی میں معاملہ کر لیا۔وہ صاحبِ قبر اُٹھا اور اس کے اُونٹ کو ذبح کر دیا(کہ اس کی زندگی کی اُمید نہ رہی تھی) اور گوشت تقسیم کر دیا۔سب نے پکایا کھایا یہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے جب اگلی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بختی اُونٹ پر سوار ملا جو یہ تحقیق کر رہا تھا کہ فلاں نام کا شخص تم میں سے کوئی ہے اس خواب والے شخص نے کہا کہ یہ میرا نام ہے اُس نے پوچھا کہ تو نے فلاں قبر والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی ہے؟ خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب کا قصّہ سُنایا جو شخص بختی اُونٹ پر سوار تھا اس نے کہا کہ وہ میرے باپ کی قبر تھی یہ اُس کا بختی اونٹ ہے اُس نے مجھے خواب میں کہا ہے کہ اگر تو میری اولاد ہے تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دے دے تیرا نام لیا تھا یہ بختی اونٹ تیرے حوالے ہے یہ کہہ کر وہ اونٹ دے کر چلا گیا۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ صدقات، ج: دوم، ص:245/246)

اب آپ ہی انصاف سے بتایئے! جب عرب کے ایک سخی کے تصرفات کا یہ عالم ہے تو عرب کے پیغمبر اعظم ﷺ کے اختیارات وتصرفات کا کیا عالم ہوگا۔صاحب قبر نے قبر سے خرید وفروخت بھی کر لی،اونٹ ذبح کر کے مہمانوں کی میزبانی بھی کر دی اور اپنے بیٹے کو دوسرا اونٹ دینے کی ہدایت بھی کر دی۔مگر قرآن وسُنّت سے یہی تصرفات اگر نبی اکرم ﷺ کے لیے ثابت کیے جاتے ہیں تو علماے دیوبند اسے تسلیم نہیں کرتے۔اب تو فضائل اعمال سے اُمّتی کے بارے میں یہ تصرفات ثابت ہو گئے تو نبی کے لیے مان لینے میں کون سا اَمر مانع ہے۔اس واقعے کے مطالعے سے جو اشکال ذہن کی سطح پر پیدا ہو سکتا ہے اُس کا ازالہ مولانا زکریا اس طرح کرتے ہیں:

''یہ سخاوت کی حد ہے کہ مرنے کے بعد بھی اپنی قبر پر آنے والوں کی مہمانی کی اپنے اصیل اونٹ کو فروخت کر کے آنے والوں کی مہمانی کی۔ باقی یہ بات کہ مرنے کے بعد اس قسم کا واقعہ کیوں کر ہو گیا اس میں کوئی محال چیز نہیں ہے۔عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں۔''

(فضائلِ اعمال، باب: فضائلِ صدقات، ج: دوم، ص:245/246)

عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں مگر علماے دیوبند تو اِسے قبر پرستی قرار دیتے ہیں۔اب اُن کے فتوے میں اور فضائل اعمال کی اس روایت میں جو تضاد ہے اُسے دور کرنا بھی علماے دیوبند کی ذمہ داری ہے۔

معمولاتِ اہلِ سُنّت

حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی علیہ الرحمہ کی نظر میں

گزشتہ اوراق میں فضائل اعمال سے عقائد اہل سنّت کا ثبوت پیش کر دیا گیا،اب معمولاتِ اہلِ سنّت مثلاً میلاد، فاتحہ،عرس، قیام،ندائے یارسول اللہ وغیرہ کا مرحلہ باقی رہ جاتا ہے۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ امور بھی علماے اہل سنت اور علماے دیوبند کے درمیان اختلافی ہیں،علماے اہل سنت ان کے جواز کے قائل ہیں اور علماے دیوبند ان امور کو بدعت وحرام قرار دیتے ہیں۔

اب علماے اہلسنّت کا موقف ہی صحیح ہے اسے ثابت کرنے کے لیے میں ایک ایسی شخصیت کا حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو اکابرین دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی،مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی کے پیرومرشد ہیں۔اُن کا حال یہ تھا کہ وہ نہ صرف اِن امور کے قائل تھے بلکہ اِن امور کو جائز ثابت کرنے کے لیے اُنھوں نے ''فیصلۂ ہفت مسئلہ'' نامی رسالہ بھی لکھا ہے،جس میں اِن امور کا جواز دلائل کے ذریعے اُنھوں نے ثابت کیا ہے۔

لیکن مناسب ہوگا کہ پہلے حاجی امداداللہ مہاجر مکّی کی اکابرین دیو بند کے نزدیک کیا حیثیت ہے اُسے واضح کر دیا جائے مولوی رشید احمد گنگوہی حاجی امداداللہ کے کیسے عقیدت کیش ہیں تھانوی صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

''حضرت مولانا گنگوہی فرماتے تھے، اگر ایک مجلس میں حضرت جنید بغدادی ہوں اور حضرت حاجی صاحب بھی ہوں تو ہم حضرت جنید کی طرف آنکھ بھی نہ اُٹھائیں، ہمارے پیر تو حضرت حاجی صاحب ہیں ہم تو انھیں کی طرف متوجہ رہیں ہاں حضرت حاجی صاحب جنید بغدادی کی طرف توجہ کریں کیوں کہ وہ ان کی پیر ہوں گے ہمارے پیر تو یہ ہیں ہمیں حضرت جنید بغدادی سے کیا مطلب۔''

(حسن العزیز،ص:582،م:574)

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی پایے کے ولی ہیں اور ان کا شمار اُمّت کے اکابر اولیا میں ہوتا ہے مگر گنگوہی صاحب حضرت جنید بغدادی کے مقابلے میں حاجی امداداللہ مہاجر مکّی کو کس طرح فوقیت دے رہے ہیں آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

جب حاجی امداداللہ کا مکۂ معظّمہ میں انتقال ہو گیا تو اس وقت گنگوہی صاحب نے حاجی امداداللہ کی عقیدت کا اظہار کن لفظوں میں کیا تھانوی صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت حاجی صاحب کا انتقال ہوا تو ہم نے ایک وقت کا بھی کھانا نہیں چھوڑا مگر مولانا (گنگوہی) کو دست لگ گئے، کئی روز تک کھانا نہیں کھایا اُس زمانے میں لوگوں نے اکثر یہی کہتے سُنا ''ہائے رحمۃ للعٰلمین'' واقعی حضرت کی شان رحمت ہی رحمت تھی۔''

(حسن العزیز،ص:618،م:593)

پوری امّت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رحمۃ للعٰلمین یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ہے جو قرآن نے اُنھیں عطا فرمایا ہے اور غیر نبی کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہے مگر اس کے باوجود گنگوہی صاحب نے حاجی امداداللہ مہاجر مکّی علیہ الرحمہ کو رحمۃ للعٰلمین کا خطاب دے دیا۔ اب مَیں بتانا چاہوں گا کہ گنگوہی صاحب کے رحمۃ للعٰلمین عرس، میلاد، قیام، سلام، فاتحہ اور ندائے یارسول اللہ سب کے قائل تھے مگر علمائے دیو بند کا حال یہ ہے کہ وہ ایک طرف حاجی امداداللہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اُنھیں رحمۃ للعٰلمین بھی کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف اِن امور کو بدعت قرار دے کر اپنے ہی رحمۃ للعٰلمین اور پیر و مرشد کو بدعتی بھی قرار دے رہے ہیں۔

اب مولوی اشرفعلی تھانوی کا حال سُنیے وہ حاجی امداداللہ کے کیسے عقیدت مند تھے:

''ہم تو حضرت حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ حضرت حاجی صاحب کی پیدائش سے پہلے اور آسمان و زمین تھے خدا تعالیٰ نے حاجی صاحب کی خاطر سے نیا آسمان اور نئی زمین پیدا فرمادی تو ہم تو اس کا بھی یقین کر لیں، ہم تو حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں۔''

(حسن العزیز،ص:619،م:593)

ایک طرف تو حاجی امداداللہ کی شان اس طرح بیان کی جاتی ہے اور دوسری طرف اُن کے عقائد و نظریات کو شرک و بدعت قرار دیا جاتا ہے۔ پیر اور مریدوں کے نظریات میں جو بُعد المشرقین ہے اب ذرا اُسے ملاحظہ فرمائیے:

میلاد کی بحث

بدعت کے بارے میں اپنا موقف حاجی امداداللہ صاحب یوں بیان کرتے ہیں:

''اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اُس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔''

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: فیصلہ ہفت مسئلہ، ص:103، مکتبۂ تھانوی دیوبند)

اس کے بعد میلاد کا جواز ثابت کرتے ہوئے مخالفین میلاد کے شبہات کا جواب یوں نقل کرتے ہیں:

''پس ان تحقیقات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصود نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔ مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معین کر لی اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر کسی مصلحت سے خاص ذکر ولادت کا وقت مقرر کر لیا مثلاً ذکر ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر بمصلحت سہولت دوام یا کسی مصلحت سے ۱۲ ربیع الاول مقرر کر لی اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے ہر محل میں جدا مصلحت ہے۔ رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔ اگر تفصیلاً کوئی مطالعہ نہ ہو تو بمصلحت اندیشہ پیشین اقتداء ہے اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں۔''

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: فیصلۂ ہفت مسئلہ، ص:103 / 104 مکتبۂ تھانوی دیوبند)

اگر اس عبارت پر مَیں کوئی تبصرہ نہ کروں تو بھی یہ بات آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ میلاد کے حوالے سے جب بات شروع ہوتی ہے تو علمائے دیوبند کا جو لب ولہجہ ہوتا ہے حاجی امداد اللہ صاحب کا لب ولہجہ اُس کے برعکس ہے۔ وہ علمائے دیوبند کی طرح میلاد کے سلسلے میں مخالفانہ رویّہ اختیار نہیں کر رہے ہیں بلکہ مذکورہ عبارت میں وہ محفل میلاد کا دفاع کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں میلاد کے وقت قیام کا دفاع اس طرح کرتے ہیں:

''اسی طرح کوئی عمل مولد کو بہیئت کذائیہ موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحبِ بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی کر قیام کو ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہوگا اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔''

(کلیاتِ امدادیہ، فیصلہ ہفت مسئلہ، ص:104 / 105)

اسی طرح میلاد میں رحمت عالم ﷺ کی تشریف آوری شرعاً ممکن ہے اِس کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رہا اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً ونقلاً ممکن ہے بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم وروحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محلِ کلام نہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اُٹھ جاویں۔''

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: فیصلۂ ہفت مسئلہ، ص:106)

مذکورہ عبارت میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی علیہ الرحمہ نے میلاد کی مشروعیت کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کی صفت کو بھی صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور علمائے دیوبند کا رَد کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ اِس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا حَد سے بڑھنا ہے۔ آخر میں میلاد کے بارے میں اپنا معمول یوں نقل فرماتے ہیں:

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔''

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: فیصلۂ ہفت مسئلہ، ص:107)

سبحان اللہ! دیوبندی جماعت کے رحمۃ للعٰلمین نے خود اس بات کی وضاحت کر دی کہ وہ محفل میلاد میں خود شریک ہوتے تھے، اُسے ذریعۂ برکات سمجھتے تھے اور قیام میں لطف ولذّت پاتے تھے۔ اب آپ ہی انصاف سے بتایئے اگر محفل میلاد حرام وبدعت ہے تو حاجی امداد اللہ صاحب فعل حرام کا ارتکاب کر کے رحمۃ للعٰلمین کے درجہ پر کیسے فائز ہو گئے؟

مروجہ فاتحہ

اکثر دیوبندی مروجہ فاتحہ کی مخالفت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے اِسے ثابت کرو۔ مگر حاجی امداداللہ مہاجر مکّی اِسے نہ قرآن وحدیث کے خلاف سمجھتے تھے اور نہ حرام وناجائز، بلکہ وہ خود اس کے قائل تھے اپنے رسالہ میں وہ فاتحہ پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب یوں دیتے ہیں:

''سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیت کرلی متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لیے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے، پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضارِ قلب ہو، کھانا روبرو لانے لگے، کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعاء ہے، اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعاء کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔ ؎

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار

قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں، کسی نے خیال کیا کہ دعاء کے لیے رفع یدین سُنت ہے ہاتھ بھی اُٹھانے لگے کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے پانی پلانا بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی، رہا تعین تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہوتا رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گذر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا، اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں بعض اسرار بھی ہیں، پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں، رہا عوام کا غلو اولاً اس کی اصلاح کرنی چاہیے اس عمل سے کیوں منع کیا جائے ثانیاً ان کو غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہوسکتا۔

(کلیاتِ امدادیہ، فیصلۂ ہفت مسئلہ، ص:109)

دیکھ رہے ہیں آپ! دیوبندیوں کے رحمۃ للعٰلمین مروجہ فاتحہ کی وکالت کتنے پُرشکوہ انداز میں کررہے ہیں۔ خاص طور پر اُن کا یہ جملہ قابلِ توجہ ہے '' رہا عوام کا غلو اُس کی اصلاح کرنی چاہیے اس عمل سے کیوں منع کیا جائے۔'' مگر علمائے دیوبند کا حال یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ حاجی امداداللہ کو رحمۃ للعٰلمین بھی قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف جس فاتحہ کے وہ قائل تھے اُسے بدعت وحرام بھی قرار دیتے ہیں۔ اب یہ گتھی سلجھانا بھی علمائے دیوبند کی ذمہ داری ہے کہ بدعت وحرام کام کی وکالت کرنے والا رحمۃ للعٰلمین کے عظیم درجہ پر کیسے فائز ہوگیا؟

مختلف مواقع پر ایصال ثواب کی جو تقریبات مسلمانوں میں رائج ہیں اُس کا ذکر حاجی امداداللہ یوں کرتے ہیں:

''اور گیارہویں حضرت غوثِ پاک قدس سرہ کی دسویں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ، وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ وحلوائے شب برأت اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا اور عمل در آمد اس مسئلہ میں ایسا رکھنا چاہیے یعنی دو فریقوں کا باہم مل جل کر رہنا اور مباحثہ قیل وقال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی بدعتی نہ کہنا اور عوام کو غلو اور جھگڑوں سے منع کرنا سب بحث مولد میں گذر چکا۔''

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: فیصلۂ ہفت مسئلہ، ص:110)

علماے دیوبند اِن تقریبات کی جس طرح مخالفت کرتے ہیں، فتوے دیتے ہیں اور اپنے اسٹیج سے جس طرح زہر اُگلتے ہیں کیا حاجی امداداللہ کا انداز بھی وہی ہے؟ اگر یہ امور بدعت اور منہیات میں سے ہیں تو حاجی امداداللہ نے بھی اِن امور کے بارے میں وہی زبان کیوں نہ استعمال کی جو علماے دیوبند کرتے ہیں؟

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

علماے دیوبند یارسول اللہ پکارنے کی بھی سخت مخالفت کرتے ہیں مگر حاجی امداداللہ نہ صرف ندا کے قائل تھے بلکہ اُنھوں نے بعض نعتوں کا رَدیف و قافیہ ہی 'یارسول، یارسول اللہ، یا نبی بنایا ہے اور اپنے رسالہ 'ضیاء القلوب'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا ایک عمل یوں نقل فرماتے ہیں:

'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے اور داہنی طرف یا احمد اور بائیں طرف یا محمد اور دل میں یارسول اللہ ایک ہزار بار پڑھے ان شاء اللہ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔''

(کلیات امدادیہ، رسالہ: ضیاء القلوب، ص:56، مکتبہ تھانوی دیوبند)

اگر ندا شرک و بدعت ہے تو یہ کیسا عمل ہے کہ شرک و بدعت کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہو رہی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ ندا بارگاہِ رسالت میں بھی مقبول ہے اور حاجی امداداللہ مہاجر مکّی کے نزدیک بھی جائز و ثابت ہے۔ مگر علماے دیوبند کی بوالعجبی پر حیرت ہے۔ مذکورہ نظریات کی بنیاد پر اب آپ بخوبی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حاجی امداداللہ سُنّی تھے یا دیوبندی؟؟؟

حاجی امداداللہ صاحب کے کلام

جیسا کہ میں نے گزشتہ اوراق میں ذکر کیا کہ حاجی امداداللہ ندا کے قائل تھے اور انھوں نے اپنے نعتیہ کلام کا ردیف و قافیہ بھی یارسول، یارسول اللہ، یا نبی وغیرہ بنایا ہے، اس کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

کر کے نثار آپ پر گھر بار یارسول

کر کے نثار آپ پر گھر بار یارسول
اب آپڑا ہوں آپ کے دربار یارسول
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
ہوں اُمتی تمہارا گنہگار یارسول
اچھا ہوں یا برا ہوں غرض جو کچھ ہوں سو ہوں
پر ہوں تمہارا تم میرے مختار یارسول

کس طرح آہ میں کروں خدمت میں حال عرض
ہوں خجلت گناہ سے سرشار یارسول
ذات آپ کی تو رحمت و الفت ہے سر بسر
میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یارسول
کریئے نہ میرے فعل بروں پر نگاہ تم
کیجیو نظرِ کرم بس ایک باریارسول
جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہوں گے پیش حق
اس دن نہ بھولنا مجھے زنہار یارسول
کیجیو خدا کے واسطے اس دن مری خبر
عصیاں کا میرے جب کھلے اخبار یارسول
تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حالِ زار کی
اب جا کہاں بتاؤ یہ ناچار یارسول
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یارسول
کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیاں کا جرم سے
تم سا شفیع ہو جس کا مدد گار یارسول
گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے درد وغم نے آہ
اب زندگی بھی ہوگئی دشوار یارسول
ہوآستانہ آپ کا امداد کی جبیں!
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسول

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: گلزارمعرفت، ص:306/307)

ایک ایک مصرع گواہی دے رہا ہے کہ حاجی امداداللہ کتنے پکّے سُنّی تھے اور ان اشعار میں ندا بھی ہے، استعانت بھی ہے جس کی دیوبندی مسلک میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ذرا چہرے سے پردے کو اُٹھاؤ یارسول اللہ

ذرا چہرے سے پردے کو اُٹھاؤ یارسول اللہ — مجھے دیدارِ ٹک اپنا دکھاؤ یارسول اللہ
کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی — مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یارسول اللہ
اُٹھا کر زلفِ اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے — مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یارسول اللہ
شفیعِ عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم — تمھیں چھوڑ کر اب کہاں جاؤں بتاؤ یارسول اللہ

پیاسا ہے تمھارے شربت دیدار کا عالم — کرم کا اپنے اک پیالہ پلاؤ یارسول اللہ

خدا عاشق تمھارا اور ہو محبوب تم اس کے — ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یارسول اللہ

چھپیں خجلت سے جا کر پردہ مغرب میں ماہِ خور — گر اپنے حسن کا جلوہ دکھاؤ یارسول اللہ

لگے جوش کھانے خود بخود دریائے بخشائش — کہ جب حرف شفاعت لب پہ لاؤ یارسول اللہ

یقیں ہو جائے گا کفار کو بھی اپنی بخشش کا — جو میداں میں شفاعت کے تم آؤ یارسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمھارا اُمّتی عاصی — گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یارسول اللہ

ہوا ہوں نفس اور شیطان کے ہاتھوں سے بہت رسوا — مرے اب حال پر رحم کھاؤ یارسول اللہ

گرچہ نیک ہوں یا بد تمھارا ہو چکا ہوں میں — تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یارسول اللہ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم — ہمارے جرم وعصیاں پر نہ جاؤ یارسول اللہ

جہاز اُمّت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں — بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

مشرف کر کے مجھ کو کلمہ طیب سے اپنے تم — پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یارسول اللہ

پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر — مری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ

اگرچہ ہوں نالائق واں کے پُر امید ہے تم سے — کہ پھر مجھ کو مدینے میں بلاؤ یارسول اللہ

حبیب کبریا ہو تم امام الانبیاء ہو تم! — ہمیں بہر خدا حق سے ملاؤ یارسول اللہ

شراب بے خودی کا جام اک مجھ کو پلا کر اب — دوئی کے حرف کو دل سے مٹاؤ یارسول اللہ

بہت بھٹکا پھرا میں وادی فرقت میں جوں وحشی — کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یارسول اللہ

مشرف کر کے دیدار مبارک سے مجھے اک دم — مرے غم دین و دنیا کے بھلاؤ یارسول اللہ

خدا کے واسطے رحمت کے پانی سے مری آ کر — تپ ہجراں کی آتش کو بجھاؤ یارسول اللہ

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یارسول اللہ

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: گلزار معرفت، ص: 307/308)

مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی قاسم نانوتوی کے شیخ اور پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کے ان اشعار میں ندائے یا رسول اللہ ﷺ بھی ہے اور غیر اللہ سے مدد بھی طلب کی گئی ہے اور رسول اکرم ﷺ کو مالک و مختار بھی تسلیم کیا گیا ہے اور شفاعت کا سوال بھی ہے۔ جب کہ یہ ساری باتیں دیوبندی مسلک کے سراسر خلاف ہیں۔

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی — دل ہوا غم سے دو پارا یا نبی

طالب دیدار ہوں دکھلایئے — روئے نورانی خدارا یا نبی

حق تعالیٰ کے تم ہی محبوب ہو — کون ہے ہم سر تمھارا یا نبی

دردِ ہجراں کے سبب مجھ سے کیا — صبر و طاقت نے کنارا یا نبی

باغِ جنّت سے زیادہ ہے عزیز — مجھ کو وہ کوچہ تمھارا یا نبی

مرتے دم گر دیکھ لوں روئے شریف — زندگی ہووے دوبارا یا نبی

لیجئے در پر بلا کب تک پھروں — دربدر یاں مارا مارا یا نبی

چین آتا ہے مرے دل کو تمام　　　نام لیتے ہی تمھارا یا نبی

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: نالۂ امدادغریب، ص:389)

اب حاجی امداداللہ صاحب کے وہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے جس کا ایک ایک مصرع دیو بندیت کی نفی کر رہا ہے:

مناجات

اے رسول کبریا فریاد ہے　　　یا محمد مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے
آپ کی الفت میں میرا یا نبی　　　حال ہے ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل　　　اے مرے مشکل کشا فریاد ہے
دردِ ہجراں سے ہے لب پر جاں مری　　　اب تو کیجے دوا فریاد ہے
چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے　　　تم سے اے نورِ خدا فریاد ہے
گردن و پا سے مرے زنجیر و طوق　　　یا نبی کیجیے جدا فریاد ہے
قیدِ غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے　　　یا شہِ ہر دوسرا فریاد ہے
یا نبی احمد کو در پر لو بلا!　　　اس لیے صبح و مسا فریاد ہے

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: نالۂ امدادغریب، ص:388/389)

اگر تبلیغی جماعت والے اپنے اجتماعات میں حاجی امداداللہ صاحب کے اِن اشعار کو پڑھنا شروع کر دیں تو بے شمار لوگ جو جہالت کی بنیاد پر سُنّیوں کو بدعتی سمجھ رہے ہیں اُن کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی اور اُنھیں اندازہ ہو جائے گا کہ امام احمد رضا جو کچھ کہہ رہے ہیں وہی حاجی امداداللہ بھی کہہ رہے ہیں۔

ان اشعار میں تو حاجی امداداللہ مہاجر مکّی نے نبی اکرم ﷺ کو پکارا ہے، اُن سے مدد طلب کی ہے، اُن کی شفاعت کا سوال کیا ہے۔ اب ذرا حاجی امداداللہ صاحب کے وہ اشعار ملاحظہ فرمائیے جو انھوں نے اپنے پیر و مرشد حاجی نور محمد جھنجھانوی صاحب کی شان میں لکھے ہیں:

منقبت در شان نور محمد جھنجھانوی

تم ہوا ے نور محمد خاص محبوب خدا　　　ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
تم مددگار امداد کو پھر خوف کیا　　　عشق کی پرسن کی باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نور محمد، وقت ہے امداد کا
جام الفت سے ترے میں ہی نہیں جرعہ نوش　　　سیکڑوں در پر ترے مدہوش ہیں اے مے فروش
دل میں ہے ان کے بھرا ایک بادۂ وحدت کا جوش　　　پر یہی کہہ کر اٹھے ہیں جب ہے آیا ان کو ہوش
اے شہ نور محمد، وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں از بس تمہاری ذات کا　　　تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا　　　آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد، وقت ہے امداد کا

(کلیاتِ امدادیہ، رسالہ: امداد المشتاق ،ص:115/116)

ان اشعار میں حاجی امداد اللہ صاحب نے اپنے پیر سے مدد طلب کی ہے"اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا" اور دنیا و آخرت میں اپنے پیر ہی کو مددگار اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔حتیٰ کہ روزِ محشر جب خدائے قدیر و جبار اعمال کی بنیاد پر جزا و سزا کے فیصلے سنا رہا ہوگا اس وقت بھی حاجی امداد اللہ صاحب اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی کا دامن پکڑا کر اللہ کے سامنے غیر اللہ سے مدد طلب کریں گے۔"اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا"اس طرح سے حاجی امداد اللہ صاحب نے اپنے مریدوں (مولوی رشید گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی قاسم نانوتوی) کے خود ساختہ عقائد کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔

تابوت کی آخری کیل

دیوبندی جماعت کے معتمد فرد مولانا مناظر احسن گیلانی نے مولانا قاسم نانوتوی کی سوانح عمری لکھی ہے جس میں اُن کی بے شمار کرامتوں کا ذکر کیا ہے۔ایک کرامت اُنھوں نے یہ بیان کی ہے کہ ایک گاؤں میں ایک سُنّی عالم تقریر کے لیے گئے اور وہاں انھوں نے دیوبندیوں کا رَد کیا اور یہ کہا کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔اس کے بعد گاؤں والوں نے اُنھیں بتایا کہ ہماری مسجد میں جو امام ہے وہ تو دیوبندی ہے۔تو سُنّی عالم نے کہا کہ تمھاری ساری نمازیں ضائع ہوگئیں اور فوراً اُس امام کو ہٹاؤ۔گاؤں والوں نے امام صاحب سے جا کے کہا تو امام صاحب اپنی صفائی دینے لگے تو گاؤں والوں نے کہا کہ آپ یا تو مسجد چھوڑ کر چلے جائیں یا سُنّی عالم سے مناظرے کے لیے تیار ہوجائیں۔اِس پر دیوبندی مولوی نے مناظرے پر آمادگی ظاہر کی۔مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ وہ دیوبندی مولوی معمولی پڑھا لکھا تھا اور اُس کے اندر مناظرے کی استطاعت نہیں تھی مگر پھر بھی ڈرتے ڈرتے مناظرے کا چیلنج قبول کرلیا اور وقت پر اللہ اللہ کرتے اسٹیج پر پہنچ گیا۔مگر اسٹیج پر پہنچنے کے بعد ایک بزرگ دیوبندی مناظر کی مدد کے لیے پہنچ گئے اور تھوڑی ہی دیر میں مناظرہ جِتا بھی دیا اور سنّی عالم دیوبندی مناظر کے سامنے رونے لگے۔اس کے بعد وہ دیوبندی مولوی دیوبند پہنچا اور دیوبندیوں کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے سارا قصہ بیان کیا تو مولانا محمود الحسن نے پوچھا کہ وہ اچانک نمودار ہوکر غائب ہوجانے والی شخصیت کا حلیہ کیا تھا جب دیوبندی مولوی نے حلیہ بیان کیا تو مولانا محمود الحسن نے کہا کہ یہ تو حضرت الاستاذ مولانا قاسم نانوتوی تھے جو تمھاری امداد کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے۔

یہ پورا واقعہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی میں بیان کیا پھر اُنھیں یاد آیا ہوگا کہ انبیا اور اولیا سے مدد مانگنا دیوبندیوں کے نزدیک شرک ہے اور اس کرامت کو سُن کر لوگ غلط فہمی کا شکار ہوسکتے ہیں تو اُنھوں نے اس کے ازالے کے لیے جو وضاحت کی ذرا اُسے ملاحظہ فرمائیے:

> ''حقیقت یہ ہے کہ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل السنّت والجماعت کا ہے، آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں، صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخفیف صلوات کے مسئلہ میں امداد ملی، اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئی بشارتیں ملیں، تو اسی قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے اس کی تردید ہوتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد بھی مل رہی ہے، حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو امداد پہنچا رہے ہیں، روشنی آفتاب سے ملتی ہے، دودھ ہمیں گائے اور بھینس سے ملتا ہے، یہ تو ایک واقعہ ہے بھلا یہ بھی انکار کرنے کی کوئی چیز ہوسکتی ہے، (چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں) پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔ بلکہ اس امداد کے لئے بزرگوں کی یا ان کی قبروں کی ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔''

(حاشیہ سوانح قاسمی، ج: اول ،ص:332،)

اس عبارت پر مفکرِ اسلام رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے بڑا جاندار تبصرہ فرمایا ہے وہ اپنی کتاب''زلزلہ''میں پورا واقعہ اور گیلانی صاحب کی وضاحت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''سبحان اللہ! ذرا غلبۂ حق کی شان تو دیکھیے کہ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلے میں کل تک جو سوال ہم اُن سے کرتے تھے آج وہی سوال وہ اپنے آپ سے کر رہے ہیں۔ اب اس سوال کا جواب تو اُنھی لوگوں کے ذمہ ہے جنھوں نے ایک خالص اسلامی عقیدے کو کفر و شرک کا نام دے کر اصل حقیقت کا چہرہ مسخ کیا ہے اور جس کے کئی صفحات پر پھیلے ہوئے نمونے آپ ''تصویر کے پہلے رُخ'' میں پڑھ آئے ہیں۔

تاہم گیلانی صاحب کے اس حاشیے سے اتنی بات ضرور صاف ہوگئی کہ جو لوگ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے قائل ہیں وہی فی الحقیقۃ اہلسنّت و جماعت ہیں۔ اب اُنہیں بدعتی کہہ کر پکارنا نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو جھٹلانا ہے، بلکہ اخلاقی رذائل سے اپنی زبان اور قلم کی آلودگی کا مظاہرہ بھی کرنا ہے۔''

(زلزلہ،ص:76۔جدید ایڈیشن)

آخر میں گیلانی صاحب نے جو لکھا ہے کہ ''ہم پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔ بلکہ اس امداد کے لیے بزرگوں کی یا ان کی قبروں کی ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔'' یہاں گیلانی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ارواح سے مدد لینے کے ہم قائل ہیں اور یہ شرک نہیں ہے اور پھر شرک کیا ہے وہ بتاتے ہوئے وہ کہہ رہے ہیں ''اس امداد کے لیے بزرگوں کی یا ان کی قبروں کی ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔'' یہ بھی غلط ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ بزرگوں کی یا اُن کی قبروں کی یا اُن کے آثار کی عبادت کوئی نہیں کرتا غیر اللہ کی عبادت سب کے نزدیک شرک ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ غیر اللہ سے امداد طلب کرنا بھی دیوبندی مسلک میں شرک ہے اور اسے وہ عبادت ہی قرار دیتے ہیں۔

آؤ عظمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پرچم لہرائیں

کتاب کی آخری سطریں لکھتے ہوئے میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے التماس کروں گا کہ آؤ ہم سب مل کر اپنے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتوں رفعتوں کے قائل ہو جائیں ہر مذہب کے ماننے والے اپنے مذہبی پیشوا کی صرف تعریف کرنا اور سننا چاہتے ہیں مگر مسلمانوں میں جو لوگ جادہ مستقیم سے برگشتہ ہو گئے ان کا حال یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث میں ایسے مواد کی تلاش میں رہتے ہیں جس سے اپنے نبی کی عظمت گھٹائی جا سکے۔

- اللہ نے اپنے محبوب کو علم غیب عطا فرمایا ہے مگر ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کے نبی کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔
- اللہ نے اپنے محبوب کو حاضر و ناظر بنایا ہے یعنی قبر انور سے پوری کائنات کا وہ مشاہدہ فرماتے ہے۔ اور اگر کہیں جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں، یہ قدرت من جانب اللہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے۔ مگر لوگوں نے اسے شرک قرار دے دیا جب کہ شیطان وملک الموت کے بارے میں وہ اس عقیدے کو تسلیم کرتے ہیں۔
- اللہ نے اپنے محبوب کو مصیبت زدہ افراد کی دست گیری کرنے کی پوری پوری طاقت عطا فرمائی ہے مگر لوگوں نے اسے بھی شرک قرار دے دیا۔
- انبیا اور اولیا کے وسیلے سے اللہ سے مانگنا نا صرف جائز ہے بلکہ صحابہ کرام سے لیکر آج تک اہل سُنّت اس کے استحباب کے قائل ہیں، مگر اسے بھی موجودہ دور کے گمراہ فرقوں نے حرام قرار دے دیا۔
- ندا یعنی یا رسول اللہ پکارنا صحابہ، تابعین، صالحین کا معمول رہا ہے مصیبت میں رنج وغم میں جنگ میں اشعار میں ہر طرح یہ ثابت ہے مگر اسے بھی لوگوں نے حرام وشرک قرار دے دیا۔
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ عقیدہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مگر لوگوں نے اس کا بھی انکار کر دیا۔
- نیاز، فاتحہ، عرس، میلاد، قیام، سلام وغیرہ صدیوں سے اہلسنت کے معمولات ہیں، شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے لیکر حاجی امداد اللہ تک ان معمولات کے قائل رہے مگر آج لوگوں نے اسے حرام وبدعت قرار دے دیا۔

مذکورہ عقائد ونظریات قرآن واحادیث اور علمائے امت کے اقوال سے ثابت ہیں مگر نومولود فرقوں نے انھیں شرک وبدعت وحرام قرار دے دیا علمائے دیوبند بھی ان ہی میں شامل ہیں وہ بھی ان عقائد کے خلاف فتوے دے رہے ہیں مناظرے کر رہے ہیں اور اپنی تحریر وتقریر میں ان امور کا رد کر رہے ہیں۔ برصغیر اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک وبدعتی کہہ رہے ہیں مگر اب علمائے دیوبند کیا کریں گے جب ان ہی کی عوام ان سے سوال کریں گے کہ دیوبندی بننے سے پہلے ہم ان عقائد ومعمولات کے قائل تھے پھر آپ کے فتووں سے متاثر ہو کر ان عقائد کو چھوڑ دیا تھا اب فضائل اعمال سے وہی عقائد ثابت ہو رہے ہیں جن کے ہم اور ہمارے آبا واجداد قائل تھے تو اب ہم آپ لوگوں کی جماعت ومسلک میں رہ کر کیوں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتوں کے منکر بنے رہیں؟

مجھے اُمید ہے کہ بے شمار افراد کو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ احساس ہوگا کہ ہمارے آباواجداد کا چودہ سو سال پرانا عظمت مصطفٰے ﷺ والا مسلک ہی حق ہے اور یہی احساس دلانا میرا مقصد ہے یقین جانیے جب زندگی میں پہلی مرتبہ فضائل اعمال کی ان روایتوں پر میری نظر پڑی تھی اُس وقت مجھے بے پناہ مسرت محسوس ہوئی تھی، وجہ یہ تھی کہ میں یہ سوچنے لگا تھا کہ اب تو میں دیوبندیوں کو بھی اپنے آقا ﷺ کی ان صفات کا قائل کرلوں گا جسے وہ شرک سمجھتے ہیں میری اس کاوش سے اگر ایک منکر بھی سرورکونین ﷺ کی عظمتوں، صفتوں کا قائل ہوگیا تو یہ بات مجھے اور میرے والدین کو محشر کی تپتی ہوئی دھوپ میں شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت کا مستحق بنادے گی۔

اس لیے دیوبندیو! تم بھی آؤ، تبلیغیو! تم بھی آؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمتوں کے قائل ہوجاو، اسی میں نجات ہے اسی میں آخرت کی کامیابی ہے یہی ایمان واسلام کا تقاضا ہے اس حال میں مت مرنا کہ نبی ﷺ کی ثابت شدہ عظمتوں کے منکر رہو، نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا حکم قرآن نے دیا ان کا ادب و احترام قرآن نے سکھایا ہے ان کی بارگاہ میں بلند آواز سے بات کرنا بھی اللہ کو گوارا نہیں اور اگر کوئی اس کا مرتکب ہوا تو اس کے سارے اعمال برباد کردے جائیں گے۔ جن مولویوں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ یہ عقائد شرک ہیں بدعت ہیں اب فضائل اعمال سے ان کے سارے فتووں کی قلعی کھل گئی، اتمام حجت قائم ہوگئی، اب قیامت میں یہ عذر نہ پیش کرسکو گے کہ اے اللہ! دنیا میں ہمیں کسی نے بتایا نہ تھا، علماے حق نے تمہیں قرآن سے بتایا تم نہ مانے، احادیث سے بتایا تم نہ مانے۔ اب اس کتاب سے بھی بتادیا جسے تم قرآن سے بھی زیادہ پڑھتے ہو اب دیوبندی فرقہ میں رہنے کا جواز ختم ہو چکا، توبہ کرو اور واپس آجاؤ۔

سُنّیوں سے اپیل

اہل سُنّت و جماعت سے تعلق رکھنے والے افراد سے میری پُردرد اپیل ہے کہ وہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ عام کریں اس لیے کہ یہ ایک ہتھیار ہے جس کے ذریعہ آپ نبی کریم ﷺ کی عظمت کے منکرین کو قائل بنا سکتے ہیں اور اس کے ذریعہ آپ ایک بہترین مناظر بن سکتے ہیں۔ بڑے بڑے دیوبندی مولویوں کو لاجواب کرسکتے ہیں۔ اور دوسری اپیل یہ ہے کہ اس کتاب کا خوب اچھی طرح مطالعہ کریں تمام بحثوں کو سمجھ لیں اور پھر ایک مخلص داعی ومبلغ کی حیثیت سے اپنے شہر اپنے محلے اور اپنے رشتہ داروں میں ان بھٹکے ہوئے افراد کو تلاشیں جو تبلیغی جماعت کے پُرفریب نعروں سے متاثر ہوکر دیوبندی مذہب اختیار کرچکے ہیں انتہائی نرمی کے ساتھ اُنھیں سمجھائیں۔ فضائل اعمال ان کے پاس موجود ہوگی ان سے کہیں کہ فلاں صفحہ نکالیے۔۔۔ فلاں صفحہ نکالیے۔۔۔ اس میں بھی وہی لکھا ہے جو ہم کہتے ہیں یا دیوبندی مذہب اختیار کرنے سے پہلے جو عقیدہ آپ کا تھا۔ جہاں اکابرین امت کے حوالے سے بات کی گئی ہے وہ دکھائیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات کی طرف توجہ دلائیں، حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار وفرامین کی طرف بھی توجہ مبذول کرائیں مجھے اُمید ہے کہ آپ کے سمجھانے کا بڑا اثر ان کے دل ودماغ پر ہوگا۔ اس لیے کہ آپ کی دعوت عظمتِ نبی ﷺ کی دعوت ہے جب عظمتِ نبی ﷺ کا منکر بنانے میں لوگ کامیاب ہوجاتے ہیں تو آپ تو قائل بنانے کے لیے محنت کررہے ہیں اللہ جل جلالہ ضرور کامیابی عطا فرمائے گا۔ خاص طور پر ان لوگوں پر محنت کریں جو نئے نئے تبلیغی جماعت میں گئے ہیں ان کے لوٹ آنے کے امکانات زیادہ ہیں۔

اس طرح ہمارا مشن ہونا چاہیے کہ دنیا میں ایک فرد بھی عظمت نبی ﷺ کا منکر نہ رہے۔ ہر یہودی، ہر عیسائی، ہر کافر ومشرک، ہر دیوبندی، ہر وہابی، ہر قادیانی عظمتِ رسول ﷺ کا گیت گانے والا بن جائے۔ اللہ جل جلالہ ہماری زبان میں تاثیر اور عمل میں اخلاص عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقیر محمد یوسف رضا قادری

❖❖❖❖❖❖❖❖❖

تعارف بقلم مصنف

نام	:	محمد یوسف محمد ابراہیم
علم معروف	:	محمد یوسف رضا قادری
تاریخ پیدائش	:	۱۹۷۲ء
جائے پیدائش	:	پارسی اسٹریٹ، راندیر، سورت، گجرات
ابتدائی تعلیم	:	ایس ایس سی۔ رفیع الدین ہائی اسکول، بھیونڈی

حصول علم دین : ایس ایس سی اور ادیب کامل کرنے کے بعد میں نے عربی زبان وادب کے ایک ماہر ادیب (از ہری) سے عربی سیکھی اور اس کے بعد حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص حضرت علامہ سمیع اللہ صاحب امجدی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب وامام اسلام پورہ مسجد، بھیونڈی) کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا اور درس نظامیہ میں پڑھائی جانے والی کتابیں انھیں سے پڑھیں، خاص طور پر فقہ اور اصولِ فقہ، حدیث واصولِ حدیث۔ عرب میں معروف عالم دین شیخ سید محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عمر عبداللہ کامل سے استفادہ کیا اور جدہ میں متعدد علماے عرب کے درس حدیث میں بغرضِ استفادہ شرکت کی۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ ان دروس میں حدیث کا متن میں خود پڑھتا اور شیخ اس کی تشریح فرماتے، متن حدیث پڑھنے کا لب ولہجہ بالکل عربوں کی طرز پر ہوتا جس سے شیخ خود بھی محظوظ ہوتے۔

دیگر اسناد : ادیب کامل (مولانا آزاد یونیورسٹی)

بیعت : ۱۹۸۸ء میں جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت العلام الشاہ محمد اختر رضا خاں
ازہری دامت برکاتہم القدسیہ (بریلی شریف)

خلافت واجازت : اشرف الفقہا حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف صاحب دامت برکاتہم القدسیہ نے ۱۹۹۶ء میں مسجد نبوی میں بلا طلب خلافت واجازت عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے برادر اکبر پیر طریقت حضرت علامہ آسی پیا نے ۲۰۰۲ء اور امام النحو حضرت علامہ مفتی بلال احمد صاحب نے ۲۰۰۵ء میں مجھے خلافت واجازت نوازا۔

نثر نگاری کی ابتدا : ۱۹۹۴ء بتربیت مفکر اسلام علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

تخلیقات کہاں شائع ہوئیں: ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، ماہنامہ کنز الایمان دہلی، روزنامہ اردو ٹائمز، انقلاب، راشٹریہ سہارا، صحافت، ہفت روزہ مسلم ٹائمز، حالات وغیرہ۔

تصانیف:

۱) **یوم انعام** (اس کتاب میں عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت قرآن وسنّت اور علماے اُمّت کے اقوال سے ثابت کی گئی ہے۔ سن اشاعت: ۱۹۹۸ء، صفحات: ۳۲)

۲) **راہِ اتحاد** (اس کتاب میں بکھری اور منتشر اُمّت مسلمہ کو ایک نکتۂ اتحاد پر کیسے لایا جاسکتا ہے وہ نسخہ پیش کیا گیا ہے۔ سن اشاعت: ۲۰۰۳ء، صفحات: ۳۲)

۳) **آخری بدھ کی حقیقت** (اس رسالے میں آخری بدھ کی رسم بے اصل ہے اسے ثابت کیا گیا ہے۔ سن اشاعت: ۱۹۹۵ء، صفحات: ۸)

۴) **آٹھ رکعات تراویح کا تنقیدی جائزہ** (اس رسالے میں آٹھ رکعت تراویح کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ بیس رکعت تراویح ہی احادیثِ صحیحہ اور علما ومحدثین سے ثابت ہے۔ سن اشاعت: ۱۹۹۶ء، صفحات: ۸)

۵) **مصنوعی جنّت کے مسافر** (اس کتاب میں تبلیغی جماعت کی تاریخی وشرعی حیثیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سن اشاعت: ۲۰۰۷ء، صفحات: ۳۲)

۶) **کیا معراج کی شب حضور نے اللہ کو دیکھا؟** (اس رسالے میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ معراج کی شب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دیدار اپنی آنکھوں سے کیا۔ سن اشاعت: ۲۰۱۲ء، صفحات: ۱۶)

۷) **روزہ۔ فضائل ومسائل** (موضوع نام سے ظاہر ہے۔ سن اشاعت: ۱۹۹۴ء، صفحات: ۳۲)

۸) **قربانی۔ فضائل ومسائل** (موضوع نام سے ظاہر ہے۔ سن اشاعت: ۲۰۰۰ء، صفحات: ۳۲)

۹) **امام حسین اور یزید۔ رسول کی عدالت میں** (اس کتاب میں حدیثوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام حُسین جنّتی ہیں اور حق پر تھے اور یزید مجرم ہے نہ اسے امیر المومنین کہنا صحیح ہے نہ رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر ذاکر نائک کی ہذیانات کا جواب دیا گیا ہے۔ سن اشاعت: ۲۰۱۴ء، صفحات: ۶۴)

۱۰) **بات ہماری کتاب تمہاری** (اس کتاب میں تبلیغی جماعت کی نصابی کتاب ''فضائل اعمال'' سے اہلسنت کے عقائد علم غیب، استعانت، توسل، ندا، حاضر وناظر وغیرہ کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ سن اشاعت: ۲۰۱۵ء، صفحات ۸۸)

۱۱) **ڈاکٹر طاہر القادری کے نام کھلا خط** (اس کتابچہ میں ڈاکٹر طاہر القادری کی گمراہیاں، غیر شرعی حرکتیں اور ویمبلے کانفرنس کی کفریہ حرکتوں کا نہایت سنجیدگی سے ذکر کیا گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب کو دوستانہ پیرائے میں توبہ ورجوع کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ خط بمبئی کی ایک ہوٹل میں ڈاکٹر صاحب نے خود بھی پڑھا ہے۔ اور بلا تبصرہ کیے خاموشی سے رکھ دیا۔ سن اشاعت: ۲۰۱۳ء، صفحات ۱۶)

۱۲) **مسلک اعلیٰ حضرت کیوں کہتے ہیں؟** (اس کتابچے میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کیوں کہتے ہیں اُس کی وجہ نہایت معقول انداز میں کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں ہے بلکہ اہلِ سُنت و جماعت ہی کا دوسرا نام مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے۔حضور امین میاں مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ نے اِسے بہت پسند کیا اور خود چھاپ کر مارہرہ کے عرس میں تقسیم فرمایا۔سن اشاعت: ۲۰۰۰)

تبلیغی اسفار

علم دین کی تکمیل کے بعد دعوت وتبلیغ کے کام میں لگ گیا اور یہ سلسلہ الحمد للہ اب تک جاری ہے۔خطابات کے لیے یورپ وعرب (۳ر مرتبہ برطانیہ اور متعدد مرتبہ عرب) کا سفر کیا۔اور ہندوستان میں ۱۹۹۷ء سے اب تک (۲۰۱۵ء) تقریباً ۱۲۰۰ر خطابات ہو چکے ہیں۔الحمد للہ! مجھے شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ، رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ، حضور تاج الشریعہ، حضور امین ملت، مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی، استاذ الاساتذہ علامہ عبد الشکور صاحب کی موجودگی میں بھی خطاب کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور ان بزرگوں نے خطاب کو سن کر بہت پسند بھی کیا اور دعاوں سے بھی نوازا۔۱۹۹۹ء میں الحاج سعید نوری صاحب کے ساتھ عرس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت اور حضور شارح بخاری سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا،تو شارح بخاری نے مفتی بدر عالم صاحب سے فرمایا کہ ان کی تقریر خاص طور پر ہونی چاہیے اور پھر شارح بخاری کے حکم پر میں نے وہاں خطاب کیا۔ابھی چند ماہ قبل ۶ر جون ۲۰۱۵ء کو جمشید پور میں اہلسنت کے ایک عظیم ادارے کے جلسہ دستار بندی میں مجھے خطاب کی دعوت دی گئی اور اس میں مجھے مدعو کرنے والی شخصیتیں یہ ہیں، بقیۃ السلف فضیلت الشیخ حضرت العلام الشاہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ، محقق مسائل جدیدہ فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب رضوی۔

خطابات کے اثرات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک ۱۵ر پندرہ دیوبندی وہابی اعلانیہ توبہ کر چکے ہیں،عنقریب ان کی تفصیلات منظر عام پر آئیں گی جس میں قابل ذکر اڑیسہ کے دیوبندی مولوی مولانا فرید احمد ہیں،ان کے بھائی اشرف نے ناچیز کی تقریر سن کر پہلے توبہ کی اور اس کے بعد وہ اپنے بھائی مولانا فرید کی ہدایت کا ذریعہ بنے،آج دونوں بھائی دین وسنیت کا کام کر رہے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں مفکر اسلام علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے مجھے جامعہ حضرت نظام الدین اولیا کا تاحیات ٹرسٹی بنا دیا، دو تین سال قبل مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن کے نام سے بھیونڈی میں مَیں نے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کے ذریعہ پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا جارہا ہے،شہر کی مرکزی مسجد سنّی جامع مسجد کوٹر گیٹ میں ۱۹۹۷ء سے جمعہ کی خطابت وامامت کے فرائض فی سبیل اللہ انجام دے رہا ہوں،اس وقت شہر اور ملک بھر میں خطابات کا سلسلہ جاری ہے جس کی تفصیلات مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن کی ویب سائٹ(www.mufindia.net) پر دیکھی جاسکتی ہیں۔خطابات کی وی سی ڈیز مارکیٹ میں دستیاب ہیں اور یوٹیوب پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔اس وقت ’’مطالعہ دیوبندیت‘‘ نامی کتاب زیر تصنیف ہے، جو ان شاء اللہ تقریباً بارہ سو صفحات پر (چار جلدوں میں) مشتمل ہوگی۔

اکابرین کی کرم فرمائیاں

(۱) علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ:

۱۹۹۵ء میں رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کو نماز استسقاء کے لیے دعوت دی گئی تھی، جس میں تقریباً پچاس ہزار کا مجمع تھا۔کوٹر گیٹ مسجد سے جلوس نکل کر حضرت دیوان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر گیا تھا، وہاں پہنچ کر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کو قوم سے خطاب کرنا تھا مگر درگاہ دیوان شاہ رحمۃ اللہ علیہ پہنچ کر علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ انھیں خطاب کے لیے کچھ کہا ہی نہیں جاسکتا تھا تو اس وقت تقریباً ایک گھنٹہ میں نے خطاب کیا تھا جسے سن کر علامہ صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ اُسی رات ایک جلسہ میں اپنا تاثر ان لفظوں میں بیان کیا:

> ’’نماز استسقاء سے پہلے ہمارے عزیز محترم جناب یوسف رضا صاحب نے جو چند کلمات ارشاد فرمائیں بہت جاندار تھے وہ اور اندازہ یہ ہوا کہ اگر یہ پوری توجہ دیں اپنی خطابت پر تو اہل سُنّت کے بہت ہی عظیم خطیب بن سکتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں ویسا ہی کردے جیسا ہم چاہتے ہیں۔‘‘

یہ علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاوں کا اثر ہے کہ آج ملک وبیرون ملک سے خطاب کی دعوتیں آرہی ہیں اور دین وسنّیت کی کچھ خدمت کر پا رہا ہوں۔

(۲) شارح بخاری فقیہ اسلام مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

۱۹۹۹ء میں میں اپنے چند رفقا (شکیل رضا، شرجیل رضا، مبارک حسین) کے ساتھ بستی کے ایک علاقہ مجھوا میں خطاب کے لیے گیا اور دوسرے دن ہمارے رفقا نے الجامعۃ الاشرفیہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اس لیے ایک کار کر کے ہم مبارک پور پہنچے۔سب سے پہلے شارح بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے رسمی گفتگو کے بعد فرمایا کہ اچانک کیسے آنا ہوا؟ تو میں نے عرض کی کہ حضور بستی کے علاقہ میں تقریر تھی اور اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضرت

نے فرمایا کہ اگر آپ پہلے سے آنے کی اطلاع دے دیتے تو میں آپ کی تقریر گھوسی میں رکھوا دیتا۔ اس کے بعد مختلف موضوعات پر گفت گو ہوئی، پھر ظہر کا کھانا حضرت ہی کے ساتھ کھانے کی سعادت حاصل ہوئی، کھانے کے دوران حضرت نے دوسری دفعہ فرمایا کہ ''اچھا ہوتا آپ پہلے سے اطلاع دے کر آتے تو گھوسی میں آپ کی ایک تقریر ہو جاتی'' اور جب ہم روانہ ہونے لگے تو شارح بخاری نے تیسری مرتبہ اپنی اسی خواہش کا اظہار فرمایا تو مجھے بھی افسوس ہوا اور میں یہ سوچنے لگا کہ کاش میں حضرت کو پیشگی اطلاع دے دیتا تو حضرت کی یہ خواہش پوری ہو جاتی۔ حضرت اس قدر کرم فرماتے تھے کہ بھیونڈی کے آخری سفر میں رات میں ۳ر بجے ناچیز کے غریب خانہ پر تشریف لائے، لوگ تعویذ طلب کر رہے تھے اور حضرت انہیں تعویذ عنایت فرما رہے تھے۔ میں سامنے بیٹھا ہوا تھا تعویذ لکھتے لکھتے اچانک قلم روک دیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے بزرگوں سے جتنے اوراد و وظائف اور اعمال کی مجھے اجازت حاصل ہے سب میں نے آپ کو دی۔ بغیر طلب حضرت کی اس عطا پر مجھے بھی بے پناہ مسرت ہوئی اور رفقا بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ حضرت کے ساتھ حضرت علامہ رضوان احمد شریفی اور حضرت علامہ مفتی بدر عالم صاحب بھی موجود تھے تو مفتی بدر عالم صاحب نے فوراً فرمایا کہ حضور یہ اجازت نامہ لکھ کر دے دیں تو حضرت نے فرمایا آپ لکھ دیں میں دستخط کر دیتا ہوں تو مفتی بدر عالم صاحب نے حضرت کے لفظوں کو من وعن تحریری شکل دے دی اور حضرت نے اس پر کچھ اضافہ کر کے دستخط کر کے مجھے عطا فرما دیا۔ جسے آج تک حرز جاں بنا کر رکھا ہوں۔

حضرت کے وصال کے بعد گورکھپور ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے گیا اور اس کے بعد گھوسی حاضر ہوا تاکہ حضرت کی قبر کی زیارت کر سکوں، اس وقت آپ کے صاحبزادے محترم جناب ڈاکٹر محب الحق صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور انھوں نے ظہرانے کی دعوت دے دی، جب روانگی کا وقت آیا تو ڈاکٹر محب الحق صاحب کی زبان سے یہ سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا انھوں نے کہا کہ ''ابا حضور کی خواہش تھی کہ ایک تقریر آپ کی گھوسی میں ہو جائے''، اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت مجھ پر کتنا کرم فرماتے تھے کہ اشرفیہ میں جس خواہش کا انھوں نے اظہار فرمایا تھا اس کا ذکر انھوں نے اپنے صاحبزادے سے بھی کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کی کس قدر خواہش تھی کہ ناچیز کی تقریر گھوسی میں ہو۔ حضور شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خواہش ان کے وصال کے بعد ان کے بیٹوں نے پوری کر دی اور ۲۰۱۲ء کے عرس شارح بخاری میں دونوں صاحبزادگان نے مجھے مقرر خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا اور شارح بخاری کی طرح کرم فرمایا۔

(۳) مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ

۶ر مئی ۲۰۱۴ء کو جالنہ رضا اکیڈمی نے حضرت شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ایک کانفرنس رکھی تھی جس میں مفکر اسلام خطیب اعظم علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب کے ساتھ مجھے بھی دعوت دی تھی۔ مفکر اسلام بذریعہ ہوائی جہاز اورنگ آباد پہنچے تھے اور میں اپنے کچھ رفقا کے ساتھ علامہ کو ریسیو کرنے اورنگ آباد ایئرپورٹ پہنچا تھا، اس کے بعد ہم جالنہ کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں مفکر اسلام نے لیپ ٹاپ کے ذریعہ ناچیز کی وہ تقریر سماعت فرمائی جو میں نے الیکشن کے موقع پر کانگریس کے ایک جلسہ میں مہاراشٹر کے چیف منسٹر پرتھوی راج چوہان کے سامنے کی تھی، اسے سن کر مفکر اسلام نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا، اس کے بعد جالنہ پہنچ کر ہمارا قیام آصف میمن کے یہاں تھا وہاں مفکر اسلام نے ناچیز کی تقریر سننے کی خواہش ظاہر فرمائی، تو لیپ ٹاپ پر میں نے وہ تقریر لگا دی جو بھیونڈی (درگاہ دیوان شاہ) کے ایک جلسے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں مَیں نے کی تھی۔ پوری تقریر انتہائی توجہ کے ساتھ سننے کے بعد مفکر اسلام نے فرمایا:

''مولانا اگر ہمارے یہاں تناسخ کا عقیدہ ہوتا تو میں یہ کہتا کہ علامہ ارشد کی روح آپ کے اندر گھس گئی ہے۔''

ناچیز سراپا تقصیر اپنے اکابرین کے ان تاثرات پر خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجا لاتا ہے۔

محمد یوسف رضا قادری

۹ر ذی القعدہ ۱۴۳۶ھ، ۲۵ر اگست ۲۰۱۵ء